مسلسل اشاعت کے بیالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

494
رمضان ۱۴۲۷ھ
اکتوبر 2006

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

اسلامی بینکاری۔ با اعتماد سرمایہ کاری

اپنی کاروباری زندگی میں اسلامی اصولوں کی پاسداری یقینی بنائیں

بینک آف خیبر کی اسلامی بینکاری برانچیں اور اسلامی بینکاری ڈپازٹس ڈیسک

سرمایہ کو سود سے پاک رکھنے کا ذریعہ

ربافری سرٹیفیکیٹ

اسلامی بینکاری کے ذریعے ماھانہ منافع

مدت : تین سال یا پانچ سال کے لئے

کم از کم رقم: دس ہزار روپے

مزید تفصیلات کے لئے بینک آف خیبر کی کسی بھی برانچ سے رابطہ کر سکتے ہیں

The Bank of Khyber

ISLAMIC BANKING اسلامی بینکاری

Phone: 091-5270992, Fax: 091-5261623

Web site: www.bok.com.pk

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ـــــ 42
شمارہ نمبر ـــــ 01
رمضان ـــــ ۱۴۲۷ھ
اکتوبر ـــــ ۲۰۰۶ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: رمضان رحمتوں کا موسم بہار .... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۲

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی دعوت پر کراچی میں علماء و مفتیین کا اجتماع' حدود آرڈیننس میں مجوزہ ترامیم بالاتفاق مسترد .... ادارہ ۵

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال (درس ترمذی) .... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۷

اسلام کی فطری اور آفاقی تعلیمات .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ ۱۲

قانون توہین رسالت اور حدود آرڈیننس کا ازسرنو جائزہ؟ .... محمد افضل شمسی ۱۷

ٹینٹ تو نہیں ہیں ٹینک لے لو .... ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی ۲۰

غیر مسلم ملکوں میں قیام و سکونت کی شرعی حیثیت .... مولانا اختر امام عادل ۲۶

حضرت مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ کا سفر ایران .... مولانا عرفان الحق حقانی ۳۶

طالب علم اور وقت کی قدر و قیمت .... مولانا حفظ الرحمٰن پالنپوری ۴۷

تعلیم و ٹیکنالوجی یا عریانی و عیاشی .... ڈاکٹر محمد اجمل 'انڈیا ۵۴

خاکوں کی خاک .... جناب فہیم ترمذی ۵۶

اخبار علمیہ .... ک۔ص اصلاحی ۵۷

دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۰

تبصرہ کتب .... مدیر کے قلم سے ۶۳

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

رمضان رحمتوں کا موسم بہار

رحمت خداوندی کا موسم بہار"شہر رمضان المبارک" ملت محمدیہ کے سروں پر سایہ فگن ہے اس وقت ہم اس کے وداعی دور (عشرہ اخیرہ) سے گزر رہے ہیں۔ جسے حضور اقدس ﷺ نے جہنم سے نجات "عتق من النار" کا مرحلہ قرار دیا۔ نامناسب نہ ہوگا۔ اگر رمضان کے روح پرور اور سبق آموز پہلوؤں پر ایک اچٹتی نگاہ ڈال دی جائے۔ رمضان کیا ہے۔؟ انوار و برکات الہی کے فیضان کا مہینہ۔ تجلیات ربانی کا مظہر۔ رحمتہائے واسعہ کا ظہور اور نعمتہائے متوالیہ کا ابر نیسان۔ رمضان، رحیم و کریم کی رحمتوں کا وہ نکتہ عروج ہے جو اپنے جلو میں بے چین و مضطرب انسانیت کیلئے قرآن کریم جیسا نسخہ شفاء اور اکسیر ہدایت لایا اور اسی طرح ماہ رمضان ہی وہ مقدس زمانہ ٹھہرا جس میں رب العالمین نے اسلام جیسی بیش بہا نعمت سے اپنی نعمتوں اور نوامیس کی تکمیل فرمائی۔ رمضان مومنین کے پژمردہ دلوں کیلئے حیات نو کا پیغام اور عبادِ مقربین کے لئے جلاء و نکھار کا مہینہ ہے۔ جس میں ذکر و فکر اور بندگی و طاعت کی محفلوں میں تازگی اور فسق و فجور کے ظلمت کدوں میں ویرانی آجاتی ہے۔ ایمان و تقوی کی کھیتیاں لہلہا اٹھتی ہیں اور ظلم و معصیت کی بستیاں اجڑ جاتی ہیں۔ ماہ صیام ابلیس کی بندش و رسوائی اور پراگندہ حال شکستہ خاطر مومنین کی سرفرازی اور سرخروئی کا مہینہ ہے۔ رمضان حدیث یار ﷺ کے ورد و تکرار اور رات کی تنہائیوں میں محبوب و مطلوب سے مناجات اور سرگوشیوں کا عہد وصال ہے۔ رمضان جس کی آخر شب میں رب کریم اپنی آغوش رحمت پوری کائنات، پوری انسانیت، اپنے رب سے ٹوٹی ہوئی انسانیت کے لئے وا کردیتا ہے۔ اور اپنے مالک حقیقی سے برگشتہ بندوں کو جود و بخشش کی صلائے عام ہوتی ہے۔ الا من مستغفر فاغفرله، الا من مسترزق فارزقه، الا مبتلیً فاعافیه الا كذا الا كذا (الحدیث) ہے کوئی بخشش کا طلبگار کہ میں اسے بخش دوں، ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس پر خزانہ غیب سے رزق کے دروازے کھول دوں، کوئی مصیبت زدہ ہے، جسے میں نعمت عافیت سے پھر اس کے افطار کا وقت۔۔۔ سبحان اللہ۔۔ وہ تو جمال محبوب کے دید و مشاہدہ اور اس کے قرب و تدلی کا وہ مقام معراج ہے کہ فراق و ہجر کے ستر ہزار حجاب بیچ سے ہٹ جاتے ہیں۔ گوناگوں مسرتوں اور اقارب کے لمحات۔ للصائم فرحتان فرحة عند فطره و فرحة عند لقاء ربه (الحدیث) روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک وقت افطار کی خوشی اور ایک اپنے رب کی زیارت اور وصال کی مسرت۔

غرض رمضان کی ہر رات شب وصال اور ہر دن یوم مشاہدۃ جمال ہے۔

ع ہر شب شب قدر ست اگر قدر بدانی

پھر اس میں ایک رات (لیلۃ القدر) ایسی بھی آ جاتی ہے' جو عظمت و مرتبت کے لحاظ سے ہزار مہینوں کے برابر ہے' جس میں یکبارگی قرآن نازل ہوا جو الروح الامین اور ملائکہ رحمت و سلام کے نزول کی رات ہے' جس میں ساری کائنات ''ذوالجلال والکبریاء و معبود کی عظمتوں کے سامنے جھک کر اس کی تسبیح و تحمید میں ڈوب جاتی ہے' مگر ایک عاشق زار کیف وصال اور لذت ہائے جمال میں اس قدر گم ہو جاتا ہے کہ وہ اس ہزار ماہ والی رات کو ایک رات بلکہ ایک لحہ سمجھنے لگتا ہے۔

کان لم یلبثوا الاساعۃ من نہار۔ اور صبح صادق کے وقت پکار اٹھتا ہے کہ

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

اور ماعرفناک حق معرفتک وما عبدناک حق عبادتک لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک ۔ کا نغمہ معجز و قصور اس کی زبان پر ہوتا ہے۔ انا انزلنا فی لیلۃ القدر وما ادراک مالیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آ جاتا ہے کہ آتش قرب اور سوز دروں سے بیتاب ہو کر رضائے مولیٰ کا طلبگار بندہ گھر بار خویش واقارب سب کچھ چھوڑ کر اسی کے در پر ڈیرہ جما دیتا ہے اور جب تک رضا و وصال کا ہلال عید چمک نہ جائے یہ بھی آستانہ یار کی چوکھٹ نہیں چھوڑتا۔ سوز و ساز' امید و بیم' درد و تڑپ' اضطرار اور التجا اور تقلیل طعام کے بعد قطع کلام و منام اور ترک تعلقات کے اس چلہ کو ہم اعتکاف سے یاد کرتے ہیں۔ پھر وہ رمضان ہی کے ساعات کیمیا اثر ہیں جن کی تاثیر سے ہماری حقیری سی نیکی' عمل قلیل اور بضاعۃ مزجاۃ' اخلاص و احتساب کی آمیزش سے جبل احد جتنا مقام پا لیتی ہے' ہمارے نوافل فرض اور فرض ستر فرائض کے برابر ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ اجر و ثواب خود بارگاہ ایزدی سے براہ راست ملتا ہے۔ آلا الصوم فانہ' لی وانا اجزی بہ۔ کہ اس کی یہ بھوک و پیاس' یہ پژمردگی' یہ ربودگی صرف اسی کے لئے تو ہے اور اسی ہی کے علم میں ہے۔ کسی غیر کی رضامندی' ریا اور شہرت کا اس میں شائبہ بھی نہیں۔ پھر اس شہر مسعود کے یہ برکات و انوار وقتی نہیں بلکہ ایک مسلمان کی ساری زندگی اس کی بدولت ایمان و احسان کے سانچہ میں ڈھل سکتی ہے۔ بشرطیکہ رمضان کے فضائل و برکات اور ایمان آفرین نتائج نگاہوں کے سامنے رہیں اور صوم کی یہ عبادت ہر قسم کے منکرات و فواحش قول زور بے ہودہ مجالس' غیبت اور گالی گلوچ' ریا و عجب' غرض تمام برے افعال کی آلائش سے پاک رہے کہ جب حلال سے پرہیز ہے تو حرام کی گنجائش کہاں۔؟ اور اگر یہ عمل ایمان و احسان سے خالی اور ذنوب و آثام

سے محفوظ نہیں۔ تو یہ تو نری بھوک و پیاس ہے جس سے اللہ تعالیٰ کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ (البخاری)

اور کتنے صائم النہار و قائم الیل ہیں کہ جنکے پلے بجز پیاس اور مفت کی جگائی کے اور کچھ نہیں پڑتا۔ (الدارمی)

روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں بلکہ تمام بیہودہ اور بے حیائی کی باتوں سے دستبردار ہونے کا نام ہے۔ (الحدیث)

روزہ تو گناہوں اور جہنم کی آگ سے بچانے والی ایک ڈھال ہے' جب تک روزہ دار اس کو جھوٹ اور غیبت سے چھید نہ ڈالے (نسائی وغیرہ)

یہ مہینہ سراپا وعظ و نصیحت ہے اور اس کا ہر پہلو صدہا نصیحتوں سے لبریز ہے۔ یہ مہینہ صبر کی تلقین کرتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہم نے لذائذ و شہوات کو ترک کر دیا۔ اس طرح مومن کی ساری زندگی منکرات و فواحش اور منہیات سے صبر و گریز کی آئینہ ہوگی۔ یہ مہینہ ہمیں جہاد سکھلاتا ہے کہ نفس تو عدوا کبر اور اس کا مقابلہ جہاد اکبر ہے۔ اور جب مسلمانوں نے روزہ سے نفس پر فتح پانے کا ملکہ حاصل کر لیا تو عدو اصغر کافر و مشرک کی شکست تو آسان بات ہے۔ یہ مہینہ ہمیں بھوک و پیاس کا احساس دلا کر باہمی ہمدردی' ایثار و انفاق اور غریب پروری کا سبق دیتا ہے' اس لحاظ سے حضورؐ نے اسے شہر مواساۃ کہا' یعنی غمخوارگی کا مہینہ۔ ''جو خدا کے کسی بندہ پر آسائش لائے' اسے کھانا کھلائے یا صرف دودھ کی لسی یا کھجور کے دانہ اور پانی کے گھونٹ سے افطاری کرا دے تو اس کی آگ کی مستحق گردن جہنم سے نجات پالے گی۔ اور اسے جنت کا پروانہ مل جائے گا۔ جس روزہ دار نے کسی بندہ خدا نوکر یا غریب کا بوجھ ہلکا کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی گردن سے گناہوں کا بوجھ اتار دے گا۔'' (الحدیث عن سلمانؓ الفارسی)۔

غرض یہ شہر رمضان کیا ہے؟ سراپا نور و رحمت' سراسر خیر و برکت' تہذیب نفس' تنقیح اخلاق' اصلاح اعمال' مجاہدہ و ریاضت کا مہینہ اور ملکوتی صفات کو حیوانی عادات پر غالب کرنے اور جلاء باطن اور تزکیہ روح کا موسم بہار۔ کتاب مبین ''قرآن کریم'' کے پیش کردہ نصاب و نظام کی عملی ٹریننگ کے ایام' تاکہ تم میں قرآنی زندگی پیدا ہو۔

یـا ایها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

شهرا وله رحمة .... وارسطه' مغفرة .... وآخره' عتق من النار

والله یقول الحق وهو یهدی السبیل

ادارہ

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی دعوت پر کراچی میں علماء و مفتیین کا اجتماع، حدود آرڈیننس میں مجوزہ ترامیم بالاتفاق مسترد

ایڈیٹر حافظ راشد الحق کے سفرِ عمرہ پر ہونے کی وجہ سے حدود آرڈیننس اور ویٹی کن پوپ کے بیان سے متعلق حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے حوالہ سے الحق کا مؤقف پیش کیا جارہا ہے۔.......................(ادارہ)

کراچی۔ تمام مکاتب فکر کے علماء و مشائخ نے حدود آرڈیننس میں ترمیمی بل کو متفقہ طور پر مسترد کرتے ہوئے اسے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ سے صریح بغاوت قرار دیا اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اس بل کو فوری طور پر قومی اسمبلی سے واپس لیا جائے۔ یہ فیصلہ اس اجتماع میں کیا گیا جو آج جامعہ دارالخیر گلستان جوہر میں جمعیۃ علماء اسلام کے سربراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق کی صدارت میں ہوا جس میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ، سنی اور بعض دیگر سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں نے شرکت کی۔ تین گھنٹے کے اس اجلاس سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اپنے خطاب میں اس صورتحال کا مفصل جائزہ لیا اور کہا کہ عالمی صلیبی اور صہیونی قوتوں کے دباؤ پر پاکستان کا اسلامی تشخص ختم کرانے کے طویل پروگرام کا پہلا حصہ آئین سے اللہ کے قوانین واحکام کو منسوخ کرانا ہے اور ہر وہ چیز مٹائی جارہی ہے جو اس ملک سے اسلامی ریاست ہونے کے طور پر پیش کی جاسکے۔ اور یہ سلسلہ آگے چل کر توہین رسالت ایکٹ امتناع قادیانیت کی منسوخی اور آئین میں پاکستان کا سرکاری مذہب ہونے کی ساری باتیں منسوخ کردی جائیں گی۔ اجلاس میں جماعت غرباء اہل حدیث، مرکزی جمعیۃ اہل الحدیث، شیعہ علماء کونسل، جمعیۃ علماء پاکستان (نورانی) سواد اعظم اہل سنت، پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی، تنظیم العلماء پاکستان، مرکزی ختم نبوت پاکستان، تحریک اسلامی (علامہ ساجد نقوی گروپ) جمعیۃ علماء اسلام (ف) جمعیۃ علماء اسلام (س) پاکستان شریعت کونسل، ملت اسلامیہ، جہاد اسلامی (مرتضیٰ پویا گروپ)، متحدہ علماء فورم اور دیگر پارٹیوں نے شرکت کی جبکہ جامعہ بنوری ٹاؤن، اشرف المدارس، جامعۃ الخیر، مدرسہ احسن العلوم، جامعۃ الرشید، جامعہ ربانیہ، جامعہ درویشیہ کے علماء اور مفتیان کرام نے بھی شرکت کی۔ اور اس ترمیمی بل کے غیر شرعی ہونے پر مدلل خطاب کیا۔ جمعیت علماء اسلام (س) کی دعوت پر اس اجتماع میں متفقہ طور پر حسب ذیل قرارداد پیش کی گئی۔ ایک قرارداد میں بلوچستان کی صورتحال پر شدید تشویش کا اظہار کیا گیا اور اپوزیشن اور حکومت دونوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس نازک وقت میں حکومت مخالف تحریک کو پاکستان مخالف تحریک بننے سے بچائیں اور

بیرونی سازشوں کے ذریعہ پاکستان کی وحدت کو نقصان پہونچانے کی کوششوں کو ناکام بنادیں قرارداد میں کہا گیا ہے۔

O

جمعیت علماء اسلام کے سربراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق نے حدود آرڈیننس کے بارہ میں مجوزہ ترمیمی بل کے بارے میں ملک کے جید اور مستند علماء اور حکومت کی مذاکراتی ٹیم کے درمیان مفاہمت اور قرآن وسنت کی بالادستی پر اتفاق رائے کو یقینی بناکر اس پر عملدرآمد پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ امریکہ اور مغربی ممالک حکمرانوں سے حدوداللہ پر خود کش حملہ کرانا چاہتے ہیں۔ جس میں پرخچے صرف حکمرانوں ہی کے اڑیں گے۔ مگر خوشی ہے کہ حکمرانوں نے تدبیر اور دوراندیشی سے کام لے کر اپنے آپ کو اور قوم کو ایک نہایت گھناؤنی سازش سے بچالیا ہے۔ مولانا سمیع الحق نے اس توقع کا اظہار کیا ہے کہ حکومت مذاکراتی ٹیم سے طے شدہ امور کے مطابق ڈرافٹ اسمبلی میں پیش کرے گی۔ کیونکہ طے شدہ معاملات سے انحراف سے قوم اور ملک دوبارہ ایک بڑے بحران میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ مولانا سمیع الحق نے حکومت اور اپوزیشن کے تمام جماعتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ خواتین کے حقوق کے بارہ میں باہمی مشورہ سے فوری طور پر ایک متفقہ بل پارلیمنٹ سے پاس کرائیں جس میں غیر جانبدار علماء ٹیم کی مجوزہ تجاویز شامل کی جائیں تاکہ عورت کو معاشرہ اور رسم ورواج کے ظلم وستم سے نجات دلایا جاسکے' خواتین کی ہر سطح پر حق تلفی ہورہی ہے' خواتین کو مختلف طریقوں سے وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے' اس کا سدِ باب ضروری ہے جبری نکاح کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے' بیک وقت تین طلاقیں دینے کے راستے بند کرنے چاہئیں۔ جبری وٹہ سٹہ' ونی' سوترہ' کاروکاری اور غیرت کے نام پر قتل' قرآن سے نکاح عورتوں کی خرید وفروخت پر سخت ترین سزائیں مقرر کرنی چاہئیں۔ عورت کے نان ونفقہ اور سکونت دلانے میں بے حد زیادتی ہوتی ہے۔ کئی وڈیرے چوہدری' نواب' خان اور جاگیردار شادیاں رچاکر انہیں گھر کے ایک کھڈے میں پھینک دیتے ہیں اور دوسری شادی کرنے کے بعد پہلی بیوی کو زمانہ کے ظلم وستم پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اسلام نے ان تمام تر برائیوں کا مکمل انسداد کیا ہے اب موقع آیا ہے کہ حکومت اور اپوزیشن تحفظ حقوق نسواں کے لئے ایک ایسا بل متفقہ طور پر لائیں جس میں مظلوم خواتین ان مظالم سے نجات حاصل کرسکیں۔

جمعیت علماء اسلام کے سربراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ پوپ کے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارہ میں خیالات اس کے اسلام سے دیرینہ کینہ پروری کی غماز ہیں۔ اس نے جان بوجھ کر صدر بش کے مسلمانوں کے خلاف جنگ کو صلیبی تقدس کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے۔ ان سب کی نظریں پاکستان میں امتناع توہین رسالت قوانین کی منسوخی پر لگی ہوئی ہیں۔ کیتھولک چرچ نے اپنی روایات کو توڑ کر مغربی سیاست میں کودنے سے ویٹی کن کے تقدس کو مجروح کردیا ہے' اب مسلمانوں کو ہر قسم کی جوابی کارروائی سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور جب تک پوپ بینی ڈکٹ کو اس منصب سے معزول نہیں کیا جاتا مسلمان احتجاج کو جاری رکھیں۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی

معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء فی الإحسان والعفو

احسان اور معافی کا بیان

○ حدثنا بندار وأحمد بن منيع ومحمود بن غيلان قالوا أخبرنا أبو احمد عن سفيان عن أبي اسحاق عن أبي الاحوص عن أبيه قال: قلت يارسول الله الرجل أمرّبه فلايقريني ولايضيفني فيمربي أفأجزيه؟ قال لا، أقره قال ورأني رث الثياب فقال. هل لك من مال؟ قال قلت من كل المال قدأ عطاني الله من الابل والغنم قال: فليُر عليك. وفي الباب عن عائشة وجابر وأبي هريرة. هذا حديث حسن صحيح .... وأبو الاحوص اسمه عوف بن مالك بن نضلة الجشمي ..... ومعنى قوله أقره، يقول أضفه.... والقرى الضيافة.

ترجمہ: حضرت ابوالاحوص اپنے باپ (مالک بن نضلہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ: ایک آدمی ایسا ہے کہ جب میں اس پر گزر جاتا ہوتو وہ میری مہمانی اور ضیافت نہیں کرتا ہے۔ پھر جب وہ مجھ پر گزر جاتا ہے تو کیا میں اس کو بدلہ دے سکتا ہوں؟ (کہ میں بھی اس کی ضیافت نہ کروں؟) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ تو اس کی ضیافت کرو (نیز مالک بن نضلہ نے) کہا اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے کہا ہر قسم کا مال موجود ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ اور بھیڑ بکریاں دی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس چاہیے کہ وہ مال تجھ پر دیکھا جائے۔ اس باب میں حضرت عائشہ حضرت جابر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایات آئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے......اور ابوالاحوص جو ہے اس کا نام عوف بن مالک بن نضلہ الجشمی ہے......اور ارشاد "اقــره" کا معنی ہے ضیافت کرو۔ اور "قریٰ" ضیافت اور مہمانی

کرنے کو کہا جاتا ہے۔

توضیح وتشریح　یہ بر وصلہ کے ابواب ہیں' ان میں اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ کا بیان ہو رہا ہے۔ اس باب میں احسان حسن سلوک بھلائی' عفو اور درگزر کا بیان ہے کہ تیرے ساتھ کوئی آدمی احسان کرتا ہے' یا نہیں کرتا دونوں صورتوں میں تم اس کے ساتھ احسان کرو۔ مہمان نوازی بھی ان اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ میں سے ایک ہے۔ اس حدیث میں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ: اگر کوئی آدمی ایسا ہو کہ جب میں اس کے گاؤں میں گزر جاتا ہوں اور میں ان کے ہاں دیار غیر میں مہمان ہوں اور اس آدمی پر میرا یہ حق بنتا ہے کہ وہ مجھے مہمانی دے دے اور میری ضیافت کرے لیکن وہ ایسی صفات سے عاری ہو اور وہ میری ضیافت نہ کرے۔ پھر کسی موقع پر وہ آدمی ہمارے گاؤں میں ہم پر گزر جاتا ہے تو کیا میرے لئے یہ درست ہے کہ میں بھی اس کی ضیافت نہ کروں؟ اور اس کو جواب ترکی بہ ترکی دے کر اس سے بدلہ لے لوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں یعنی تیرے لئے ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ بلکہ تم اس کی ضیافت کرو۔ یعنی مسلمان کیلئے شریفانہ اور کریمانہ اخلاق چاہئیں۔ اگر کوئی خسیس اور لئیم بن جائے تو اس کی خساست کی وجہ سے شریف کے لئے اپنی شرافت اور کریمانہ اخلاق چھوڑنا دانشمندی نہیں ہے۔ جیسا کہ پشتون قوم میں بھی بعض ایسی صفات حمیدہ ہوتی ہیں۔ جو ان کے رگ و ریشہ میں رچی بسی ہوتی ہیں۔ اگر کوئی دوسرا آدمی انکے ساتھ بے مروتی کا مظاہرہ کرے بھی لیکن وہ اپنے خاندانی شرافت کی وجہ سے اپنی کریمانہ اخلاق اور مروت کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ پس وہ ایسے لوگوں کے ساتھ بھی مروت اور شرافت سے پیش آتے ہیں۔ اپنے گاؤں میں آنے والے کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا ان کی مہمانی اور ضیافت کرنا اور اپنے مہمان کی حیثیت اس کی ہر قسم کی مدد کرنا وہ اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ اسلام بھی ایسے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ عفو اور درگزر سکھاتا ہے۔ لہٰذا اگر اس نے آپ کی ضیافت نہ کی تب بھی تم اس کی ضیافت کرو۔

ورأنی رث الثاب الخ:

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے پھٹے پرانے اور پراگندہ کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا کہ کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے کہا ہر قسم کے مال موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ اور بھیڑ بکریاں دی ہیں' تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مناسب ہے کہ اس مال کا اثر تجھ پر ظاہر ہو اور وہ مال تجھ پر دیکھا جا سکے۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ فإذا إتاك الله مالاً فليرأ ثر نعمة الله عليك وكـــرامتـــه : یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے مال دیا ہے پس چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کا اثر تجھ پر دیکھا جائے۔ یعنی مال کی وسعت اور فراخی دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ اس کی نعمت کو چھپایا جائے۔

بلکہ اس نعمت کا شکر' یہ ہے کہ جائز حدود کے اندر اس کو استعمال کرے اور اس کا اظہار ہو جائے۔ پس لباس ایسے پہننا چاہیے جس سے اس کی خوشحالی معلوم ہو رہی ہو اور لوگوں پر یہ بات عیاں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ احسان کیا ہے۔ اور اسے وسعت اور مالداری دی ہے' پہلے بھی بعض' روایات میں گزر چکا ہے کہ عمدہ جوتے اور عمدہ لباس پہننے کا نام تکبر نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو جمال ہے' اور اللہ تعالیٰ کو جمال پسند ہے تکبر تو یہ ہے کہ کوئی آدمی حق کو ٹکراتا ہو اور لوگوں کو حقیر سمجھتا ہو۔ اور آیت کریمہ میں ہے۔ من حرم زينة الله التي أخرج لعباده والطيبت من الرزق (الآیۃ) یعنی زینت کا وہ لباس جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے بنایا ہے اور پیدا فرمایا ہے' کس نے حرام کیا ہے؟ نیز وہ عمدہ رزق اور کھانے کی چیزیں کس نے حرام کی ہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کس کو تحریم اور تحلیل (حرام اور حلال بنانے) کا حق حاصل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے جب ان چیزوں کو حلال فرمایا ہے۔ تو ہے کوئی اور حرام قرار دینے والا؟

پس جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی فراخی دی ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی حیثیت کے مطابق عمدہ لباس پہنے اور اپنی حیثیت کے مطابق نان نفقہ اپنی بیوی اور بچوں کو بھی دے دے۔ اپنے لئے اچھی گاڑی خرید ے اور اس طرح استعمال اور ضرورت کی چیزیں اپنی حیثیت کے مطابق عمدہ سے عمدہ حاصل کرے' لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار اور اس کے شکر ادا کرنے کیلئے کرے۔ تو ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ الطاعم الشاكر كالصائم الصابر۔ الحدیث یعنی جو آدمی طعام کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو وہ اجر و ثواب میں ایسا ہے جیسا کہ صبر کے ساتھ روزہ رکھنے والا۔ تاہم اسراف اور غلو سے اجتناب کرے۔ مال و دولت کے نشے میں مست ہو کر حق کے مقابلہ پر نہ اتر آئے' اپنے آپ کو بلند اور دوسروں کو حقیر سمجھنے سے باز رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے تو یہ دین و دنیا دونوں کی بہتری ہے۔

ما أحسن الدين والدنيا إذا اجتمعا ما أقبح الكفر والإفلاس بالرجل

○ حدثنا ابو هشام ثنا محمد بن فضيل عن الوليد بن عبدالله بن جميع عن أبي الطفيل عن حذيفة قال: قال رسول الله ﷺ: لاتكونوا إمعة تقولون ان أحسن الناس أحسنا وإن ظلموا ظلمنا ولكن وطّنوا انفسكم' ان احسن الناس أن تحسنوا وإن أساءوا فلا تظلموا ...... هذا حديث حسن غريب لانعرفه إلامن هذا الوجه۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تم بھولے بھٹکے نہ بنو! کہ تم کہنے لگو کہ اگر لوگ بھلائی کرتے ہیں تو ہم بھی بھلائی کریں گے۔ اور اگر لوگ ظلم کرتے ہیں تو ہم بھی ظلم کریں گے۔ بلکہ تم اپنے آپ کو (احسان اور بھلائی کرنے پر) پابند بنا دو۔ (اسی طرح کہ) اگر لوگ احسان اور بھلائی کرتے ہیں تو تم

بھی احسان اور بھلائی کرو اور اگر لوگ برائی کرتے ہیں تو تم ظلم مت کرو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے' ہم اسے اس طریق کے علاوہ دوسرے طریق سے نہیں پہچانتے۔

توضیح وتشریح: الاتکونوا إمعۃ إمعۃ ایسے آدمی کو کہا جاتا جس کی اپنی رائے اور عقلمندی نہ ہو اور وہ کسی کام میں بھی اپنی بصیرت کے ساتھ عمل نہیں کرتا بلکہ جس نے بھی جو کچھ کہا اس کی تصدیق کر کے اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ کہ بس تو نے ٹھیک کہا اور میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ دوسرا آدمی جب اپنی بات اس کے سامنے رکھ دیتا ہے تو یہ اس کی بھی تصدیق کرتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے یہ اسلئے اسکے اندر خود کھری کھوٹی بات پرکھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی آدمی غلط بات کو ذرا اچھے پیرائے میں بیان کرے تو اس کو یہ غلط بات ہی اچھی معلوم ہوتی ہے اور یہ اسی کا ساتھ دیتا ہے اور اس کو إمعۃ بھی اس مناسبت سے کہا گیا ہے کہ وہ ہر کسی کو کہتا ہے: أنا معک یعنی میں بھی تمہارے ساتھ ہوں کیونکہ اس کی اپنی کوئی رائے اور تدبیر نہیں ہوتی یا یہ ابن الوقت ہوتا ہے مرغ بادنما بنتا ہے' ہر کسی کے سامنے زمانہ سازی کرتا ہے۔

جیسا کہ عام لوگوں کی یہی عادت ہوتی ہے کہ معاشرہ اور ماحول جس طرف رواں ہوتا ہے' تو یہ بھی اسی طرف رخ کر کے معاشرہ کے ساتھ رواں دواں رہتا ہے۔ اگر معاشرہ میں بہت سے بے دینی اور فحاشی کے کام رائج ہیں اور لوگوں نے انہیں قبول کرلیا ہے تو یہ بھی لوگوں کے ساتھ ہو کر انہی بے دینی اور فحاشی کے کاموں میں مصروف ہوتا ہے۔ ملک کی سیاست جس طرف رواں ہے اگر چہ بے دینی کے راستے پر چل رہی ہوں لیکن لوگ اسی کا ساتھ دیتے ہیں اور وہی رخ اختیار کر لیتے ہیں جسے ملکی سیاست نے اختیار کرلیا ہے لیکن جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں دانشمندی عقلمندی' سنجیدگی' اور حسن تدبیر کی تعلیم دیتے ہیں۔ ہر بری بھلی کا ساتھ دے کر ماحول کے ساتھ چلنا' دانشمندی نہیں ہے۔ بلکہ مسلمان کے دل ودماغ میں ایسا ترازو ہونا چاہیے جو کہ ہر بات کو تول سکے' کھری کھوٹی کی تمیز کر سکے۔ اور ہر اچھی بات کو اپنائے اس پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف دعوت اور ترغیب دے اور ہر بری بات اور ہر برائی سے نفرت کرے اس سے خود بھی بچتا رہے اور دوسروں کو بھی اس سے منع کرے۔ اگر چہ کسی برائی کو سارے معاشرہ نے اچھا تسلیم کیا ہو لیکن جب بصیرت اور دلیل کے ساتھ اس کا برا ہونا معلوم ہے تو پھر اس سے متعلق لوگوں کے پیچھے دوڑنے کی بجائے اس کی حقیقت کو لوگوں پر واضح کر کے معاشرہ کا رخ سیدھا کرنے کی کوشش کرے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ اس شعر کو بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے۔

طبعے بہم رساں کہ بسازی بعالمے یا ہمتے کہ از سر عالم تواں گزشت

یعنی حق اور سچ بات پر استقامت اختیار کرنا چاہیے اور لوگوں کا رخ بھی اسی کی طرف پھیرنا چاہیے۔ نہ کہ باطل اور غلط بات پر لوگوں کے پیچھے دوڑتے رہنا۔ پہلے مصرعہ میں امعۃ کی طرف اور دوسرے مصرعہ میں وطنوا کی طرف اشارہ ہے۔

تقولون ان احسن الناس احسنا وان ظلموا ظلمنا۔

یہ امعہ کی تفسیر وتوضیح ہے۔یعنی امعہ ایسے بھولے بھٹکے نہ بنو کہ یوں کہو کہ اگر احسان اور بھلائی کرتے ہیں تو ہم بھی احسان اور بھلائی کریں گے۔اور اگر لوگ ظلم کرتے ہیں تو ہم بھی ظلم کریں گے یعنی ایسا نہ بنو کہ بس لوگوں کے پیچھے رواں دواں رہو، ہر برے بھلے میں دوسروں کی تقلید کرتے رہو۔انا مع الناس انا مع الناس کہتے پھرو۔

ولکن وطنوا أنفسکم إن أحسن الناس أن تحسنوا وإن أساءوا فلا تظلموا۔ لیکن تم اپنے آپ کو احسان اور بھلائی کا پابند بنادو کہ اگر لوگ احسان اور بھلائی کریں تو تم بھلائی کرو۔اور اگر لوگ ظلم اور برائی کریں تو تم ظلم اور برائی مت کرو یعنی حق اور سچ بات میں لوگوں کا ساتھ دو۔لیکن برائی اور ظلم میں ان کا ساتھ نہ دو۔

ہمیشہ کے لئے حق کا دامن تھامے رکھو۔ پیارے رسول ﷺ نے اس امت کو دلیل اور بصیرت کی راہ پر لانے کیلئے کن کن طریقوں سے اور کن کن الفاظ وکلمات سے سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے؟ جناب رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات خود بتاتی ہے کہ آپ ﷺ کو امت مسلمہ کے ہر فرد کو اس مقصد کے لئے تیار کرنا تھا کہ

ع لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

لیکن کاش کہ امت مسلمہ آج ہی نہیں برسوں سے اپنے پیغمبر ﷺ کے پڑھائے ہوئے اسباق بھول بیٹھی ہے؟ اور ہادی عالم ﷺ کی تعلیمات اور رہنمائی سے استفادہ کرنے میں سنجیدہ نہیں ہے۔ جتنا جتنا امت کی انفرادی و اجتماعی طرز زندگی جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور آپ کی تعلیمات سے مختلف ہوتا جارہا ہے اتنا ہی امت مسلمہ کا گراف تنزل کے درجات کی طرف جارہا ہے۔اور امت کو احساس تک نہیں ہوتا۔ہمیں ایک بار پھر سوچنا چاہیے کہ ہمارے اسلاف کیسے کامیاب ہوئے اور دنیا کی قیادت انہوں نے کیسی سنبھالی۔اور پھر آج کا مسلمان کیوں تنزل کا شکار ہے۔تو معلوم ہوگا کہ

ے وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہوکر اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

اور بعض نے ''امعۃ'' کی تفسیر یہ کی ہے کہ یہ ایسے آدمی کو کہا جاتا ہے جو یہ کہے کہ اگر میرے ساتھ لوگ احسان کرتے ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ احسان اور بھلائی کروں گا اور اگر لوگ ظلم کرتے ہیں تو میں بھی بدلہ میں ان کے ساتھ ظلم کروں گا' تو یہ رویہ بھی اسلامی نقطہ نظر سے درست نہیں ہے' بلکہ اسلام تو اعلیٰ اخلاقیات کی تعلیم دیتا ہے' اور وہ یہ کہ احسان اور بھلائی کے بدلے میں ضرور احسان اور بھلائی ہو' لیکن کمال یہ ہے کہ برائی اور ظلم کے بدلے میں بھی بھلائی اور حسن سلوک کرو۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اسلام کی فطری اور آفاقی تعلیمات

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لا یؤمن عبد حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

وعن عائشه و ابن عمر عن النبی صلعم قال مازال جبرائیل یوصینی باالجار حتی ظننت انه سیورثه (بخاری ومسلم) ترجمہ: حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔

اسلام کی آفاقی تعلیمات کا خلاصہ : حقوق العباد کا بیان ہو رہا ہے قرآن وحدیث ہر طبقے اور ہر مقام کے لوگوں کو مقدس اور مستحکم کامل اسلامی تہذیب وتمدن کی تعلیم دیتی ہے۔ یہی تعلیمات ظالم کو ظلم سے روک سکتی ہیں' مظلوم کی ہمت بڑھاتی ہیں اور دنیا میں فساد پھیلانے والوں کے ارادوں کا رخ دوسری طرف موڑ سکتی ہیں۔ اسلام کے آفاقی اور فطری تعلیمات میں نہ کوئی نسل کسی نسل پر اور نہ کوئی قبیلہ کسی قبیلہ پر فوقیت رکھتا ہے۔ کہ اپنے نسلی وقبائلی طاقت وقوت کے زور پر کسی کے حقوق پر قابض ہو اللہ کے ہاں تفوق وامتیاز کا معیار قبائلی' عصبی وخاندانی اور مالی شرافت نہیں' جس کی لاٹھی اس کی بھینس کی روایت اور طبقات کا باہمی تناؤ' انسان وحیوان' عابد ومعبود' عالم وجاہل اور آزاد وغلام کے مابین فرق سے کئی گنا بڑھ چکا تھا۔ وحدت ومساوات کا تصور ایک خواب اور ناقابل عمل تصور بن چکا تھا۔ غاصب سے اپنے حقوق کا مطالبہ جوئے شیر لانے کے برابر اور اس کے خیال کرنے والے کو بھی لوگ پاگل سمجھتے تھے۔

مظلوم انسانیت کے عزم وحوصلہ کا پیغام قہر وجبر کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پیغمبر انقلابؐ نے مظلوم ومجبور کو اپنے اعلان سے ایک انقلابی عزم وحوصلہ دیا۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا۔

ایها الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد کلکم لآدم' وآدم من تراب

ان اکرمکم عندا للہ اتقاکم ولیس لعربی علی اعجمی فضل الا بالتقوی۔

ترجمہ: اے لوگوں تمہارا رب ایک اور تمہارا جدامجد بھی ایک ہے تم سب آدم کے ہو اور آدم مٹی سے بنا ہے تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف سب سے زیادہ متقی انسان ہے کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں (اگر کسی کو فضیلت ہے) تو تقویٰ ہی کے سبب ہے۔"

گویا اس عظیم الشان خطبہ نے انسان کے بنیادی حق جو کہ حریت نفس ہے' کا چارٹر دنیا میں پیش کر کے اعلان فرمایا کہ دین اسلام تمام اقوام' امتوں' نسلوں' خاندانوں اور ملکوں کے اجتماعی حق کا امین ومحافظ ہے۔

<u>برصغیر میں استیصالی نظام کی تباہ کاریاں:</u> کچھ عرصہ قبل آپ نے سنا ہوگا برصغیر پاک و ہند کا یہ ٹکڑا جواب پاکستان' ہندوستان اور بنگلہ دیش پر مشتمل ہے۔اس میں خصوصاً وہ حصہ جو موجودہ انڈیا (بھارت) کے زیر تسلط ہے طبقاتی اختلافات اور انسانوں کا انسانوں کے ہاتھوں استیصال اور استحصال کا سلسلہ زوروں پر تھا۔انسان انسانوں کیلئے جبری اور جعلی خدا بن گئے تھے۔عزت واحترام کے روادار وحقدار صرف برہموں کا ایک فرقہ تھا جو دنیاوی' سیاسی سیادت وقیادت کے علمبردار ہونے کیساتھ ساتھ ہندو مذہب کیلئے بھی عظمت اور مرکزیت کی علامت بن چکے تھے' جیسے ہمارے ہاں خان' نواب' وڈیرہ اور سردار میں سے ہر ایک کے اپنے اپنے زیر کنٹرول رعایا پر اپنے اپنے حقوق وفرائض ہیں۔ذرہ برابر نافرمانی کرنے پر اس ترقی یافتہ اور پندرھویں صدی میں بھی عبرت کا نشان بنا کر اپنے مصنوعی عظمت کو دوام بخشنے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔حکومت وقت بھی برہموں کو نوازتی رہی۔گویا عملاً یہی مراعات یافتہ طبقہ اپنے سے نچلے طبقے کے لوگوں کے سیاہ وسفید کی مالک تھی اور اس پسے ہوئے طبقہ کو زندگی کی لذتوں سے فیضیاب ہونے کا نہ موقع تھا اور نہ جواز

<u>شودر بنائے جانے والے طبقات کی تذلیل:</u> ہندوستان کے رہنے والوں کو چار طبقوں میں تقسیم کرنے کے بعد ایک طبقہ کو شودر کے نام سے پکارا گیا جو مخلوق کو چار درجات میں تقسیم کرنے والوں کے زعم میں اس کارخانہ عالم کے بنانے والے نے اپنے پاؤں سے پیدا کیا تھا' اور چونکہ ٹانگوں کا تعلق جسم کے انتہائی نچلے حصہ سے ہے' تو اس فرقہ کو بھی تمام حقوق سے محروم کر کے ان کے تقدیر میں باقی ماندہ تین اعلیٰ طبقات کی خدمت اور غلامی پر مامور کرنے کا خودساختہ فیصلہ کیا گیا۔جو سلوک ظلم وزیادتی شودر طبقہ سے ہوتی رہی اس کی جھلک اس دور میں ہمارے جیسے پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک میں بھی غربت وفقر کے شکار' ستم زدہ عوام کو ایسے سلوک کا سامنا کرنا روز کا معمول بنا ہوا ہے۔یہاں بھی مراعات یافتہ' صاحب ثروت یا مسند اقتدار پر بیٹھے ہوئے افراد سے کوئی جرم سرزد ہو تو ان کے خلاف قانون کو حرکت میں آنے سے روکا گیا ہے۔مسند انصاف پر بیٹھے ہوئے حضرات نے گویا معاشرہ کے ان مصنوعی شرفاء کے لئے ہر قسم کا جرم وظلم جائز قرار دینے کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیا ہے۔غریب پر قانون شکنی کا شبہ ہو قانون کے محافظ کہلوانے والے جرم سے ثابت ہونے سے پہلے بیچارے کی چمڑی ادھیڑ دیتے ہیں۔اس کے سارے خاندان پر زندگی تنگ کر دیتے ہیں۔معزز طبقہ سے منسلک افراد ڈنکے کی چوٹ پر سرعام مراعات سے محروم طبقہ کی عزتوں کو لوٹتے ہیں'

جائیداد کو غصب کرتے ہیں۔ ظلم بھی ان پر روا رکھا جاتا ہے اور انہیں فریاد اور آہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہوتی۔ کئی مقامات پر آپ حضرات نے دیکھا ہوگا کہ دولت واقتدار، سرداری اور نوابی کے نشہ میں مست فرد جس نشست پر براجمان ہوتا ہو اس سے کم درجہ کا انسان اس کے سامنے رکوع یا سجدہ کی حالت میں دست بستہ صورت میں زمین پر بیٹھنے کا مجاز ہوتا ہے گویا ہندوستان میں شودر کے استحقاق کو تسلیم کرنا تو دور کی بات تھی ان کو صرف انسان تسلیم کرنے کیلئے برہمن، کھتری اور ویش تیار نہ تھے۔

<u>ہند میں مسلمانوں کی آمد کے برکات:</u> مسلمان جب ہند میں داخل ہوئے اپنے ساتھ اپنی تہذیب وتمدن اور اقدار کے بہترین اصول اہل ھند کو پیش کیے۔ اور خود بھی اسلامی اخلاق و آداب پر عمل کرنا اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ ان اسلامی آداب واخلاق میں انسانی مساوات کے ایسے ایسے نمونوں سے اہل ہند کو متعارف کرایا جس سے وہ قطعاً آشنا تک نہ تھے مسلم معاشرہ میں نہ نسل وطبقاتی درجہ بندی تھی نہ پیشے کی بنیاد پر کسی کو ذلیل اور معزز ٹھہرایا جاتا۔ جو حقوق کسی صاحب ثروت اور دنیاوی اعتبار سے مالدار یا طاقتور کو حاصل تھے غریب ونادار مسلمان بھی انہی کا مستحق ہوتا ہے۔ کمزور و طاقتور آجر و اجیر، غریب و مالدار ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر ایک ہی برتن سے کھانا کھا رہے ہیں جو تعلیم حاصل کرنے کا پیدائشی حق امیر اور اس کے بیٹے کو ہے وہی حق مسلم آبادی کے غریب مسلمان اور اس کے بیٹے کو بھی حاصل ہے۔ عدل وانصاف کے کرسی پر بیٹھے ہوئے حضرات کے روبرو امیر وغریب، شریف وغیر شریف کا فرق نہیں عدل وانصاف پر مبنی فیصلے کرنے والوں کے دعوے سچے اور حق پر مبنی ثابت ہورہے ہیں۔ نہ کوئی شودر ہے اور نہ برہمن۔ حقوق وفرائض میں سب یکساں ہیں۔ مسلمانوں کے آپس میں اس سلوک اور رویہ سے متاثر ہوکر ہند کے سرزمین پر رہنے والے باسیوں کے لئے یہ ایک چیلنج تھا۔ مسلم معاشرہ کے کردار وتہذیب کو دیکھ کر طبقاتی اور نسلی شدت، اونچ نیچ کم ہوکر ردعمل کے طور پر اصلاح کے تلاش میں پھرنے والے متحرک ہوئے جس سے انسانوں کے ساتھ حیوانات سے بھی بدتر سلوک کرنے کے اس سلسلہ میں کمی آئی۔ اسلام کے اس تاریخی حقیقت کا اقرار ہندو سیاستدانوں، ان کے فلاسفہ دانشوروں نے بھی کیا۔ کہ اسلامی اخوت ومساوات نے جس پر مسلمانوں کا یقین وعمل تھا، ہندوؤں پر گہرا اثر کیا بالخصوص ہندو معاشرہ کا وہ طبقہ جن پر معاشرہ نے انسانی حقوق سے فائدہ حاصل کرنا شجر ممنوع قرار دیا تھا کو زیادہ فائدہ ہوا۔"

<u>جب کردار درست ہو:</u> آج بھی مسلم تہذیب وتعلیم کے دعویدار اگر اپنے آفاقی دین کے انہی بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کریں جن کے سلسلہ میں قدم بہ قدم محسن انسانیت ﷺ کے ہدایات موجود ہیں تو صرف مسلمان کے عمل ہی سے کفران تعلیمات کی طرف راغب ومائل ہوسکتی ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ اسلام کے بتائے ہوئے اخلاق حسنہ کی تلقین تو غیروں کو زور وشور سے کررہے ہیں مگر ظاہری عمل ان زرین احکامات سے بالکل الٹا۔ جسکا نتیجہ یہ کہ بدبخت اور متعصب قومیں اس برائے نام مسلمان کے بجائے اسلام کے صحیح ابدی اور سرمدی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کررہے ہیں

<u>تم سب آدم کی اولاد ہو:</u> ارشاد نبوی ہے: عن عقبة ابن عامر قال قال رسول الله ﷺ

انسابکم هذا لیست بمسبة علی احد کلکم بنو آدم طف الصاع بالصاع لم تملؤه لیس لاحد علی احد فضل الا بدین و تقوی کفی بالرجل انیکون بذیا فاحشا بخیلا (رواہ احمد والبیہقی) ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نسب کوئی ایسی چیز نہیں جس کے سبب تم کسی کو برا کہو یا عار دلاؤ۔ بلکہ تم سب کے سب حضرت آدم کی اولاد ہو۔ جس طرح ایک صاع دوسرے صاع کے برابر ہوتا ہے (جو بھرا ہوا نہ ہو) جس کو تم نے بھرا نہ ہو کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں (اگر ہے تو صرف دین اور تقویٰ کے اعتبار سے ہے (کسی) آدمی کے برائی کیلئے بس اتنا کافی ہے کہ وہ زبان دراز فحش گو اور بے ہودہ باتیں کرنا والا بخیل ہو

ایک کلمہ کی دعوت: شارعؑ کی طرف سے اعلان عام ہے کہ انسانیت کے تمام افراد حضرت آدم کی اولاد ہیں اس نسبت وحیثیت سے سب برابر ہیں۔ کسی انسان کو دوسرے انسان پر محض نسب کے اعتبار سے کوئی فوقیت نہیں، کہ نہ قابلیت ہے نہ علم اور صلاحیت صرف آباؤ و اجداد کے کمالات اور کارناموں کو اپنے وجاہت وشوکت اور نسلی وقبائلی عزت وامتیاز اور حاکمیت وبرتری کیلئے استعمال کرے۔ حالانکہ رب کائنات کی طرف سے واشگاف الفاظ میں اعلان ہے: تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم ان الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله. ترجمہ: ''آؤ ایک بات کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان (قابل قبول ہے) مشترک یعنی برابر ہے کہ ہم سب مل کر اللہ کی بندگی اختیار کریں اور کسی کو اسکا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم سب اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو اپنا (مالک) آقا بنائیں۔''

تمام انسان نسلی اعتبار سے برابر ہیں: اور ظاہر بات ہے کہ جس ذات باری نے قدم قدم پر احسانات وانعامات کا ایک بے انتہا سلسلہ جاری وساری فرمایا ہے جس کی کوئی حد ہے نہ اس کا شمار کرنا ممکن ہے۔ پیدائش کے دن سے لے کر مرنے تک مخلوق کا ہر فرد نعمتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔ لامتناہی احسانات میں کافر/ مسلمان برابر ہیں۔ بلکہ بطور استدراج غیر مسلم ظاہری طور پر کچھ زیادہ مزے میں نظر آرہے ہیں۔ لھذا ان انعامات واحسانات کا دنیوی، اخروی، اخلاقی اور عرفی تقاضا یہ ہیکہ تمام انسان اللہ ہی کو وحدہ لاشریک مان کر اسی کی اطاعت اور بندگی اختیار کریں۔ نیز آیت مبارکہ سے معلوم ہوا ہے کہ تمام انسان نسلی اعتبار سے برابر ہیں۔

شریعت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے اسلامی نظام اخلاق ومعاملات زمین کے ٹکڑے پر پھیلے ہوئے انسانوں کو اس طرح آپس میں زندگی بسر کرنے اور معاملات طے کرنے کی ہدایات دیتا ہے۔ جس پر عمل کرنے سے دوست دشمن، پڑوسی وغیر پڑوسی، مسلم وکافر، غلام وآقا حتیٰ کہ غیر ناطق حیوانات کے بھی اپنے اپنے حقوق خود بخود ادا ہوتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضورؐ کے تاکید واصرار سے بتائے گئے فرمودات کو لائحہ عمل اور فریم ورک بنانے سے اسلامی معاشرہ کا ہر فرد انسانی حقوق کا خود بخود محافظ بن کر پھر اگر حکومت اسلامی ہو تو ارباب اقتدار کو اپنے رعیت کی حقوق کی ادائگی

اور حفاظت کے لئے کچھ زیادہ تگ و دو کرنی نہیں پڑتی۔

اداینگی حقوق کی ذمہ داری: پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ حقوق العباد اللہ کے حقوق پر مقدم ہیں' بزرگوں نے کئی وجوہات بیان کئے ہیں۔ من جملہ اسباب سے شاید ایک سبب یہ بھی ہے کہ اللہ بادشاہ ہے غنی اور بے پرواہ ہے کسی کا محتاج نہیں اور انسان لحہ لحہ محتاج ہے لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی لازمی نہیں بس ادائیگی اگر کرنی ہے تو صرف بندوں کے حقوق کی ہے۔ یہ تصور غلط ہے اور یہ سمجھ کر کہ میں نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ ادا کر کے بری الذمہ ہو گیا ہوں اور بندوں کے حقوق کو جتنا دباتا رہوں پرس نہیں ہوگا۔ جنون کی دنیا میں رہنے والا معاملہ ہے۔ روز محشر' ذرہ ذرہ قول و فعل کا حساب دینا ہے اور سب سے پہلے بندوں کے حقوق کے بارہ میں محاسبہ ہوگا۔ آخرت کی کامیابی صرف اس شخص کی مقدر ہوگی جو دونوں حقوق دنیا میں بجالائے۔

کاش آج کے جدید اور اپنے آپ کو متمدن' تہذیب یافتہ اور روشن خیال کہلوانے والا طبقہ لحہ بھر کے لئے تعصب اور اسلام دشمنی کے پردے سے نکل کر اسلام کے عدل و انصاف پر مبنی نظام سے آگاہی حاصل کریں تو یہ بانگ دہل اعتراف و اقرار کریں گے کہ اسلام نے جس عدل و انصاف' عزت نفس اور حقوق انسانی پر مبنی معاشرہ کی بنیاد ڈالی۔ کسی خود ساختہ تہذیب و معاشرہ کے بنیادوں پر قائم تہذیبوں میں اس کی نظیر نہیں۔ رب کائنات ہم اور آپ سب کو اسلام کے آفاقی نظام پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین

علمأ' خطبأ' طلبأ اور عام مسلمانوں کے لئے عظیم الشان

خوشخبری

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے خطبات و افادات کا عظیم الشان مجموعہ علم و حکمت

دعوات حق (مکمل دو جلدوں میں)

مرتبہ : حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ' مہتمم دارالعلوم حقانیہ

نایاب ہونے کے بعد اب سہ بارہ شائع ہوگئی ہے۔ آج ہی حاصل کیجئے ورنہ اسکی نایابی پر ایک بار پھر افسوس کرنا پڑے گا۔

دعوات حق: ایک ایسا گنجینہ جسے اہل علم خطبأ واعظین اور تعلیم یافتہ طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور قومی و ملی پریس نے سراہا۔ جو ہر خطیب واعظ مقرر کے لئے پکی پکائی روٹی کا کام دیتا ہے جو رشد و ہدایت احسان و سلوک کے متلاشیوں کیلئے شیخ کامل کا کام دیتا ہے۔ **دعوات حق:** دین شریعت اخلاق و معاشرت علم و عمل عروج و زوال نبوت و رسالت شریعت و طریقت کے ہر ہر پہلو کو سمیٹے ہوئے ہے۔ **دعوات حق:** شیخ الحدیث محدث و مجاہد کبیر مولانا عبدالحق ؒ کی عام فہم اور درد و سوز میں ڈوبی ہوئی گفتگو اور خطابت کا ایسا مجموعہ ہے جو دلوں میں اتر کر یقین کو بیدار کر کے اصلاحی و ایمانی انقلاب برپا کر دیتا ہے۔

کھلا' علمأ' طلبأ اور اہل مدارس کیلئے خاص رعایت ہوگی

صفحات جلد اول: ۶۷۲' قیمت ۲۱۰ روپے' صفحات جلد دوم' ۵۰۲' قیمت ۱۶۵

جناب محمد افضل شمسی
اسسٹنٹ ایڈیٹر ماہنامہ ''تجلیاتِ حبیب'' لاہور

قانون توہین رسالت اور حدود آرڈیننس کا از سر نو جائزہ؟

۱۶ رمئی ۲۰۰۴ء کے اخبارات کے مطابق صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے انسانی حقوق کے حوالے سے اسلام آباد میں منعقدہ ایک کنونشن میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''توہین رسالت سے متعلق قوانین اور حدود آرڈیننس کا از سر نو جائزہ لیا جائے تا کہ ان قوانین کا غلط اور امتیازی استعمال نہ ہو سکے۔''

صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے اس موقع پر اعلان کیا کہ ''انسانی حقوق کے متعلق قوانین پر عملدرآمد اور ہر سطح پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی نشاندہی اور ان کے سدباب کیلئے ایک قومی کمیشن بنایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق قائم کر کے اسے ایک آزادانہ حیثیت دی جائے گی جو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر ہر سطح پر امور کا جائزہ لے کر رپورٹ تیار کریگا اور اسکے ازالے اور سدباب کیلئے اقدامات کرے گا۔''

۲۴ رمئی ۲۰۰۴ء کو جناب پرویز مشرف نے جناح کنونشن سنٹر اسلام آباد میں منعقدہ تین روزہ قومی طلباء کنونشن کی اختتامی نشست سے خطاب کرتے ہوئے ایک بار پھر کہا کہ حدود آرڈیننس اور ناموس رسالت کے تحفظ کے قانون پر بحث ہونی چاہیے۔

وطن عزیز میں تمام شعبہ ہائے زندگی میں انسانی حقوق کی صورتحال واقعی بڑی ابتر ہے اور یہ ابتری روز افزوں ہے۔ جان، مال اور عزت و آبرو کا تحفظ ہر انسان کا بنیادی حق ہے جس کی پاسداری کسی بھی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے مگر بصد افسوس یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے ہاں نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ کسی کا مال محفوظ ہے۔ اور نہ کسی کی عزت و آبرو، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول کارفرما ہے اور ایک بالادست طبقہ مسلسل من مانی کر رہا ہے حتیٰ کہ ریاستی اداروں اور مشینری کو بھی اپنے مفادات کیلئے استعمال کرنے سے نہیں چوکتا۔ اس پس منظر میں تو ایک آزادانہ قومی کمیشن کا قیام احسن اقدام ہوگا بشرطیکہ وہ کمیشن واقعی آزاد ہو اور وطن عزیز کی نظریاتی اسلامی حدود کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق انسانی حقوق کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر خرابیوں کی نشاندہی کرے، ان کے حقیقی اسباب وعوامل کا سراغ لگائے اور اصلاح کیلئے قابل عمل سفارشات تیار کرے اور حکومت ذاتی پسند و ناپسند سے بالاتر ہو کر ان سفارشات پر مکمل عملدرآمد کرے لیکن اگر یہ قومی کمیشن مادر پدر آزاد اور ایسے اسلام دشمن عناصر کے سپرد کر دیا جائے جو اسلامی نظام تعزیرات کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں اور انہیں اسلامی سزائیں وحشیانہ نظر آتی ہیں

اوران کا فکری قبلہ مکہ ومدینہ کی بجائے نیویارک وجنیوا ہواوران کے فیصلوں کی اساس قرآن وسیرت رسول ؐ کی بجائے اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹراور جنیوا کونشن کی قراردادیں ہوں تو یہ اسلامیانِ پاکستان کے ساتھ سخت زیادتی ہوگی اوراس ساری کوشش اور کارروائی کو بین الاقوامی اسلام دشمن لابیوں کی طرف سے دیئے جانے والے ایجنڈے کی تکمیل کے علاوہ کوئی دوسرا نام دینا مشکل ہوگا۔(یادرہے کہ متعدد انسانی حقوق کے تعین' تشریح اور تعبیر میں اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹراور جنیوا انسانی حقوقِ کمیشن کی قراردادیں واضح اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔)

رہی بات حدود آرڈیننس اور توہین رسالت کے قوانین میں تبدیلی کی تو ہمیشہ انسانی حقوق کی پاسداری کی آڑ میں انہیں نشانہ تنقید بنایا جاتا رہا ہے جو کسی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے۔اہل مغرب کو ملک پاکستان میں موجود توہین رسالت کے قوانین سے خاص طور پر چڑ ہے۔یوں لگتا ہے کہ جیسے بضد ہیں کہ توہین رسالت کا ارتکاب ان کا بنیادی حق ہے'امریکہ ویورپ کے اسلام دشمن عناصر بالخصوص یہودی عرصہ دراز سے مسلمانوں کے قومی جسد سے روح محمدؐ نکالنے کیلئے کوشاں ہیں اور ایسے عناصر کی ہمیشہ سے اور ہر طرح سے حوصلہ افزائی کرتے چلے آرہے ہیں جو توہین رسالت کا ارتکاب کرتے ہیں لیکن بحمداللہ تاحال وہ اپنی اس مذموم کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکے اوران شاءاللہ مستقبل میں بھی نامراد رہیں گے۔مغربی ممالک اور اسلام دشمن لابیوں سے فنڈز کھانے والی این جی اوز اور آزاد خیال شخصیات حدود آرڈیننس اور توہین رسالت کے قانون پر ہمیشہ سے اعتراض کرتی چلی آئی ہیں۔اور انکے خاتمہ کیلئے اپنی حیثیت کے مطابق کوشش بھی کرتی چلی آرہی ہیں مگر اب تک کسی فوجی یا جمہوری حکومت کو یہ قوانین واپس لینے کی جرأت نہیں ہوئی۔جنرل پرویز مشرف نے اپنے اقتدار کے شروع میں ان قوانین میں ردوبدل کی کوشش کی تھی' مگر بعد میں شدید عوامی دباؤ پر انہوں نے ان قوانین کو بعینہٖ برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا مگر اب پتہ نہیں کیوں انہوں نے پھر یہ عندیہ ظاہر کیا ہے؟ بہرحال ابھی تک جنرل صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ انہیں ذاتی طور پر حدود آرڈیننس اور توہین رسالت قانون کی کون سی شقوں پر اعتراض ہے اور وہ ان میں کیا ترمیم چاہتے ہیں؟

جنرل پرویز مشرف کی طرف سے وقفے وقفے سے ایسے خیالات وعزائم کا اظہار اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ حکومت اس بارے میں مسلسل ہوم ورک کررہی ہے اوران ''تبدیلیوں'' کو برداشت کرنے کیلئے اسلامیان پاکستان کو ذہنی طور پر تیار کیا جارہا ہے۔غالباً اسی کیساتھ ہی اقتدار بخشنے والی بیرونی قوتوں کو یہ احساس دلانا بھی مقصود ہے کہ ان سے ایسے مطالبات کی تکمیل کیلئے ابھی مزید عرصہ کیلئے ہمارا اقتدار پر رہنا ضروری ہے اور ایسے سنہری کارنامہ کیلئے ہم سے زیادہ اہل کوئی نہیں ہے۔

عالمی سطح پر مسلم انسانی حقوق کا چارٹر جہاں ہر شخص کو آزادئ اظہار رائے کی ضمانت دیتا ہے' وہاں اس پر یہ قدغن بھی عائد کرتا ہے کہ دوسروں کے مذہبی اعتقادات کا احترام کیا جائے۔جہاں تک دین اسلام کا تعلق ہے تو وہ تمام انبیاؑ کے احترام کا پابند کرتا ہے۔کوئی بھی ذی شعور مسلمان توہین رسالت کے مرتکب کسی شخص کو ہرگز برداشت نہیں

کر سکتا۔ چنانچہ متحدہ ہندوستان میں بھی جب کسی غیر مسلم نے اس قسم کی ناپاک جسارت کی تو جذبہ ایمان اور عشق مصطفیٰ سے سرشار اہل اسلام نے موقع پر ہی ایسے گستاخانِ رسالت کو کیفر کردار تک پہنچادیا۔ مذکورہ بالا قوانین تو دراصل معاشرے کو انارکی سے بچانے اور ایسے افراد کو جن پر توہین رسالت کا الزام لگے' صفائی کا موقع فراہم کرنے کیلئے نافذ کئے گئے تھے تا کہ عام شہری خود ہی کسی ملزم کو موقع پر سزا دینے کا فیصلہ نہ کریں اور انصاف کے تقاضے پورے کئے جاسکیں جہاں تک تعلق ہے ان قوانین کے غلط اور امتیازی استعمال کا تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ کسی قانون کے غلط استعمال کی ذمہ داری اس قانون پر نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا یہ حل ہوتا ہے کہ سرے سے اس قانون کو ہی ختم کردیا جائے۔ یہ تو حکومت وقت کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ تمام قوانین کے درست استعمال کو یقینی بنائے۔ حکمران محض اتنا کہہ دینے سے ہرگز بری الذمہ نہیں ہوجاتے کہ فلاں قانون غلط اور امتیازی طور پر استعمال کیا جاتا ہے اسلئے ہم اس قانون کو ہی ختم کرنا چاہتے ہیں بلکہ حکمرانوں کی طرف سے ایسا اعتراف کہ قوانین کا غلط استعمال ہورہا ہے' انکی نااہلی کا ثبوت سمجھا جاتا ہے۔ اگر قوانین کے غلط استعمال کی وجہ سے ان کی منسوخی کا سلسلہ (خدانخواستہ) شروع ہوگیا تو پھر ہمارے تقریباً تمام قوانین ہی اس زد میں آجائیں گے اور جو تھوڑا بہت نظام مملکت چل رہا ہے یہ سب بھی زمین بوس ہوجائیگا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسلامیان پاکستان پہلے کی طرح اب بھی اس کی اجازت نہیں دیں گے کہ ناموس رسالت کے قوانین کا خاتمہ کر کے یا ان میں ایسی تبدیلیاں کر کے جن سے یہ عملاً غیر مؤثر ہوجائیں صرف ۲ فیصد غیر مسلموں کو تاریخ انسانی کی مقدس ترین ہستی محسن انسانیت' سید الاولین والآخرین' رحمت اللعالمین وجہ تخلیق کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں (نعوذ باللہ) گستاخی کر کے وطن عزیز کی ۹۸ فیصد آبادی اور دنیا بھر میں موجود ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی دل آزاری کا ''حق'' دیا جائے۔ اور زنا' شراب نوشی' قذف اور قتل وغارت گری جیسے سنگین ترین انسانی جرائم کے خاتمہ کیلئے خالق کائنات حق تعالیٰ کی متعین کردہ سزاؤں پر مشتمل حدود آرڈیننس کا خاتمہ کر کے یہاں بھی مغرب کی طرح زنا' شراب نوشی' اور بے شرمی و بے حیائی پھیلانے کی اجازت دی جائے کیونکہ توہین رسالت کا قانون پاکستانی قوم نے خون کے کئی دریا عبور کر کے منظور کروایا ہے۔

امریکہ ویورپ کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہمارے حکمرانوں اور ''روشن خیال'' دانشوروں کو یہ سوچنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص توہین رسالت کا ارتکاب کرے یا کوئی بیرونی لابی ایسے رسوائے زمانہ شخص کو تحفظ فراہم کرے تو ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی دل آزاری کی وجہ سے ان کے انسانی حق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی لیکن اس ایک فرد یا ایسے چند افراد کو سزا دینے سے ایسے ننگ انسانیت افراد کے انسانی حق کی خلاف ورزی شمار کی جاتی ہے۔

حکومت کو چاہیے کہ ان قوانین پر نظر ثانی کر کے قوم کو کسی نئی آزمائش کی آگ میں ڈالنے کی بجائے اس مشینری کی اوور ہالنگ پر توجہ دے جسکے ذریعے قوانین کا نفاذ ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں اصل مسئلہ انتظامی مشینری' عدالتی طریق کار اور پولیس کے رویے کی عملاً اصلاح ہے تا کہ تمام قوانین حسب ضرورت اور حسب موقع بجا طور پر استعمال ہوں۔

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی،
۱۵- گاندھی روڈ، دہرہ دون

ٹینٹ تو نہیں ہیں ٹینک لے لو

اکتوبر ۲۰۰۵ء میں آئے تباہ کن زلزلہ کی تباہ کاریوں اور ہلاکتوں سے نمٹنے میں حکومتیں جس طرح ناکام ہوئی ہیں کم سے کم ابتدائی مرحلہ میں اس نے ایک بہت بڑا انسانی ہمدردی سے متعلق سوال کھڑا کیا ہے۔ کیا دنیا قدرتی آفات سے نمٹنے کی اہل نہیں ہے؟ اس کے پاس ذرائع نہیں ہیں؟ یا اس کے پاس ترجیحات صحیح نہیں ہیں؟ ان سوالوں کے جواب ڈھونڈنے کے لیے کہ آخر زلزلہ کے بعد دنوں نہیں بلکہ ہفتوں تک بھی ملبہ میں دبے لوگوں کو نکالنے کا سامان نہیں ملا۔ بیماروں کو طبی مدد نہیں ملی، بھوکوں کو کھانا نہیں ملا اور بے گھر بار لوگوں کو آشیانہ نہیں ملا، کیوں جب راجدھانی ''اسلام آباد'' میں منہدم بلڈنگ سے زخمیوں کو نکالنے میں اتنا عرصہ لگا اور وہاں ضروری آلات اتنی دیر سے پہنچے تو ۷-۵ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع منہدم کچے پکے مکانوں کے مکینوں پر کیا گذری ہوگی وہ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ سڑکیں ٹوٹ گئیں تو پہنچنے کے لیے ذرائع نہیں تھے مگر کیا پورے ملک یا پوری انسانیت دوست دنیا کے پاس کل ملا کر ۲۰۰ ہیلی کاپٹر بھی نہیں تھے کہ ہزاروں زخمیوں کی جانیں بچائی جاسکتیں؟ پوری دنیا کے پاس اتنے ٹینٹ نہیں تھے کہ لاکھوں زخمیوں، بے گھروں کو اذیت ناک زندگی اور مجبوری کی موت سے بچایا جاسکتا؟ ایتھنز اولمپک کے صرف حفاظتی انتظامات پر ایک ارب ڈالر کی خطیر رقم خرچ کرنے والی ''انسانیت دوست'' دنیا کے پاس اقوام متحدہ کے ذریعہ بازآبادکاری کے کل کام پر درکار رقم ۵/ارب ڈالر نہیں ہیں کہ وہ ۳۰ لاکھ لوگوں کو برف باری اور بارش کے طویل موسم میں صفر سے کم درجۂ حرارت پر بے کسی کی زندگی گذارنے سے روک سکے؟ اس سے پہلے سپر پاور ملک میں آئے سمندری طوفان کی تباہ کاریوں نے بھی انسانی ترجیحات کی پول کھولی تھی کہ ملک کے کالے اور کمزور طبقہ پر مشتمل علاقوں میں احتیاط، امداد، بازآبادکاری ہر چیز میں تساہل اور لاپرواہی برتی گئی۔ متاثرین کئی کئی دنوں تک مکانوں کی چھتوں اور بالائی کمروں میں بھوک اور پیاس سے بے حال منتظر رہے کہ بچانے والے آئیں مگر وہ نہیں آئے۔ یا انہیں پہنچنے میں کم از کم ہفتہ لگ گیا۔ اس سے پہلے سونامی کی تباہ کاری کے وقت بھی حکومتوں کا ''انسانی چہرہ'' (Human Face) اچھی طرح اصل صورت میں سامنے آیا تھا۔ حکومتیں کہتی ہیں کہ ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں، مگر یہی حکومتیں انسانوں کی بربادی اور ہلاکت کے انتظامات بہت پختہ رکھتی ہیں۔ پڑوسی ملک پاکستان میں اس بات پر بہت بحث چل رہی ہے کہ زلزلہ کے متاثرین کی مکمل مدد کے لیے درکار

۶-۵؍ارب ڈالر کے بدلہ کیا اس معاہدہ کو ختم کردیا جائے جن کے تحت وہ امریکہ سے تقریباً اتنی ہی مالیت کے F-16 لڑاکا طیارہ خرید رہا ہے۔

دراصل یہی وہ سوال ہے جس پر تمام انسانیت دوستوں اور دردمند دل رکھنے والوں کو غور کرنا ہے کہ ایسا کیوں ہورہا ہے کہ غریب سے غریب اور امیر سے امیر ممالک اپنی کل قومی آمدنی کا بڑا حصہ عوام کی خوش حالی، فلاح اور ترقی کے بجائے امریکہ اور اسلحہ پیدا کرنے والے چند دوسرے بڑے ممالک کی اسلحہ کی فیکٹریوں کو چلا جاتا ہے۔ اور یہی وہ اصل مجرم ہیں جو اپنی فیکٹریوں کو چلائے رکھنے کیلئے بڑی خطیر رقمیں سیاستدانوں، حکمرانوں اور جنرلوں کو دیتے ہیں۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ الیکشن میں چندہ دینے میں اور پالیسیاں بنانے میں اِن کے تاجروں کا نام سب سے اوپر ہوتا ہے۔ جنگ دراصل ان ممالک کے لئے نفع کا سودا ہوتا ہے۔ ہر جنگ کے بعد اسلحہ کی تجارت بڑھتی ہے۔ امریکی کانگریس کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۰ء میں ہتھیاروں کی فروخت ۸٪ سے بڑھ کر ۴۰؍ارب ڈالر ہوگئی جس کا آدھا حصہ امریکہ کے حصہ میں آیا۔ اس سال پوری دنیا نے اپنے دفاع پر تقریباً ۸۰۰؍ارب ڈالر خرچ کئے۔ مگر یہی دنیا سال بھر میں اقوام متحدہ کو مطلوبہ ۵؍ارب ڈالر کی رقم نہیں دے سکتی۔ دنیا کی سب سے بڑی دفاعی تنظیموں میں سے ایک آکسفام کے ڈائریکٹر باربرا اسٹاکنگ کا کہنا ہے کہ ''اسلحہ کا پھیلاؤ کنٹرول سے باہر ہے اور یہ عالمی مسئلہ بن چکا ہے جس کی وجہ سے دنیا کے غریب افراد سخت مشکلات کا شکار ہوگئے ہیں۔ غریبوں کو محفوظ رکھنے کے لئے اسلحہ کی روک تھام کا ایک عالمی سمجھوتہ کیا جائے۔ سروے پورٹ میں کہا گیا ہے کہ افریقہ میں جاری جنگ کی وجہ سے ہر سال ۱۰؍ارب ڈالر کا نقصان ہوتا ہے۔ اسلحہ کی سب سے زیادہ تجارت برطانیہ سمیت دنیا کے ترقی یافتہ صنعتی ممالک کرتے ہیں اور یہ ممالک غریب ممالک کو اسلحہ بیچ کر اپنی دفاعی صنعتوں کو بچاتے ہیں۔ رپورٹ میں نشاندہی کی گئی ہے کہ ۱۱ ستمبر کے بعد سے اسلحہ کی فروخت میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ واشنگٹن نے ۱۵؍دوست ممالک کے لئے فوجی مدد میں اضافہ کرلیا ہے۔ (اسٹینال لندن ۱۰؍اکتوبر ۲۰۰۵ء)

امریکی کانگریس کی رپورٹ برائے فروخت اسلحہ دوران سال ۲۰۰۴ء کے مطابق ۲۰۰۰ء کے بعد ۲۰۰۴ء میں سب سے زیادہ اسلحہ کی فروخت ہوئی جو ۳۷؍ارب ڈالر تھی جس میں امریکہ کا حصہ 12.4 ارب ڈالر کا تھا۔ اور خریدنے والوں میں چین، سعودی عرب اور بھارت سرفہرست ہیں۔ اکیلے چین میں ۱۰½ ارب ڈالر کی اور بھارت میں تقریباً ۸؍ارب ڈالر کے ہتھیار خریدے۔ سعودی عرب تیسرے نمبر پر رہا۔ (ٹائمس آف انڈیا ۳۱/۸/۲۰۰۵ء نیویارک ٹائمز کے حوالہ سے)

۱۱؍ستمبر ۲۰۰۵ء کی بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق عراق پر امریکی حملہ کے نتیجہ میں امریکی اسلحہ ساز کمپنیوں

کے افسروں کی تنخواہ میں ۲۰۰ ٪ کا اضافہ ہوا ہے۔ امریکہ میں دفاع کی مد میں ۲۵٪ اضافہ ہونے کیوجہ سے بجٹ تقریباً ۴۴۰ رارب ڈالر کا ہو گیا۔ جس کا تقریباً نصف پرائیویٹ اسلحہ ساز کمپنیوں کو گیا۔ ان کمپنیوں کے افسروں اور مزدوروں کی تنخواہوں میں جو فرق 1:300 کا تھا اب وہ 1:400 کا ہو گیا ہے۔ اس طرح جنگ اِن کیلئے نفع کا سودا ہو گئی ہے۔ (بی بی سی اردو ڈاٹ کام ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۵ء)

اقوام متحدہ کے باز آبادکاری محکمہ کے سربراہ یان ایجلینڈ نے ار دسمبر ۲۰۰۵ کو اپنی اپیل میں کہا کہ سوڈان، یوگنڈا اور پاکستان کے ۳ کروڑ متاثرین کے لئے جو رقم درکار ہے وہ پوری دنیا کے دفاع پر ۴۸ گھنٹہ میں کئے گئے خرچ کے برابر ہے۔ یا کافی پینے والے ممالک کے لوگوں کے ۲ کپ کافی کے خرچ کے برابر ہے۔ مگر اسی رقم سے ہم ۳ رکروڑ متاثرین کی جانیں بچا سکتے ہیں اور ان کی زندگی کو آسان بنا سکتے ہیں۔ پاکستان میں زلزلہ زدگان کی ریلیف کے لئے ہوئی بین الاقوامی کانفرنس میں اقوام متحدہ نے ۵ رارب ڈالر کی رقم مانگی اسکا 3/4 حصہ ان کو قرضوں کی شکل میں ملا مدد کا حصہ بہت کم ہے۔ جبکہ صرف پاکستان میں ہی متاثرین کی تعداد ۳۰ لاکھ بتائی جارہی ہے۔ ٹینٹ کے اندر سردیوں کی بارش اور برف باری کے دوران کیسے انسان زندہ رہ سکے گا؟ سماجی فلاح و بہبود کی مد میں خرچ کرنے میں حکومتوں کا رویہ کتنا مجرمانہ غفلت کا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں برڈ فلو نام کی بیماری کی تشخیص کے لئے ایک بھی لیب نہیں ہے۔ اس کا نمونہ انہیں باہر بھیج کر جانچ کرانی ہوتی ہے۔ ہمارے یہاں دوران سال برسات کے موسم کی بارش نے مہانگری ممبئی کے انتظامات اور سرکار کے ریلیف اور ایمرجنسی امداد کی پول کھول دی۔ برسات کے موسم میں ہی یوپی کے مشرقی اضلاع میں دماغی بخار کے وائرس کے ہاتھوں ہزاروں لوگ متاثر ہوئے ہزاروں ہلاک و معذور ہوئے مگر یوپی سرکار کا کہنا تھا کہ ہمارے پاس بچاؤ کے لئے ضروری ویکسین باہر سے منگوانے کے لئے وسائل نہیں ہیں۔ ہر ایمرجنسی کے وقت یہی ہوتا ہے جس وقت مدد کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے اسی وقت مدد مہیا نہیں ہوتی۔

اس مجرمانہ غفلت یا مجبوری کی وجہ کیا ہے؟

یہ دنیا جس ورلڈ آرلڈر کے تحت چلائی جارہی ہے اس میں جو اقتصادی، سیاسی، معاشی پالیسیاں لاگو کی جارہی ہیں G-8 ,WEF ورلڈ اکنامک فورم :G-4 ورلڈ بینک بین الاقوامی مالیاتی ادارہ IMF ;GATT اور پیٹنٹ کے قوانین تیز ترقی یافتہ ممالک کا اپنی صنعتوں کو سبسڈی وغیرہ کے ذریعہ محفوظ رکھنے کا رجحان بنایا گیا ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ دنیا کو اپنی مرضی اور فائدہ کے لحاظ سے چلانے کے لئے جو G-co- politics ہو رہی ہے جس طرح دوستیاں، دشمنیاں اور گھیرا بندیاں اور دوسرے ممالک میں مختلف خوبصورت ناموں (دہشت گردی مخالفت، حقوق

انسانی، جمہوریت، حقوق نسواں، حقوق محنت کشاں) سے مداخلت کی جارہی ہے اس سے ہر ملک اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے اور اسی عدم تحفظ کے جذبہ کو دن رات کی ریشہ دوانیوں (کشمیر، پختونستان، تمل ایلم، عیسائی سوڈان) کے نام پر ابھارا جارہا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ اسلحہ کی بکری کو یقینی بنایا جاسکے۔ یعنی کہ اگر کمزور ترقی پذیر ممالک چاہیں بھی تو اپنی محدود آمدنی کو اپنے عوام کی خوشحالی پر خرچ نہیں کرسکتے۔ یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ ترقی پذیر ممالک کا حکمراں طبقہ اور خوشحال طبقہ ان بیرونی سازشوں کی مدد کرتا ہے وہ اسلحہ کے کمیشن کے حصول کیلئے "ملک خطرہ میں ہے" کا راگ الاپتا ہے عام فوجی مرتا ہے عام عوام تکلیفیں برداشت کرتی ہے، اسلحہ بیچنے اور خریدنے والے اپنے منافع اور کمیشن لیکر "امن مذاکرات" میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ ایسے میں کوئی سنجیدہ اور ایماندار حکمراں کچھ کرنا چاہے بھی تو اُس کو بم و بارود کے تاجر اپنے بے پناہ سرمایہ کے بدولت یا تو ختم کرادیتے ہیں یا اندرونی مسئلوں میں الجھادیتے ہیں۔ اگر مندرجہ بالا حقائق غلط ہیں تو اس سوال کا کیا جواب ہے کہ تمام دنیا کے ہر ملک میں انفرادی طور پر اور پوری دنیا کا مجموعی طور پر اپنی آمدنی کا سب سے بڑا حصہ ہتھیار یا فوجی اخراجات پر خرچ کیوں ہوتا ہے؟ اور یہ خرچ لگاتار بڑھ رہا ہے ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۴ کے درمیان ۱۵ رسال کے عرصہ میں دنیا کے ۷- امیر ترین ملکوں میں دفاعی خرچ فی کس ۱۶۸ ڈالر سالانہ بڑھ کر ۹۷۸ ڈالر سالانہ ہوگیا ہے۔ جبکہ ہمارے ملک میں آبادی کا ۳۵٪ یعنی ۳۶۰ لاکھ لوگ ایک ڈالر روزانہ سے کم کی آمدنی حاصل کرپاتے ہیں۔ ہمارے ملک کے ۲۰۰۵-۲۰۰۴ء کے بجٹ میں صحت، پینے کے پانی، دیہی روزگار، غریبی کے خاتمہ، ابتدائی تعلیم اور ناخواندگی کے خاتمہ کا مجموعی بجٹ 12835 کروڑ کا تھا۔ جو کہ محکمہ پولیس پر ہونے والا خرچ اس سے تھوڑا زیادہ تھا۔ اسی دوران دفاع اور مرکزی و ریاستی پولیس کا بجٹ 1,15000 کروڑ تھا جبکہ دیہی روزگار و غریبی کے خاتمہ کے لیے بجٹ محض 841.68 کروڑ تھا۔ کل دیہی غریبوں کی تعداد حکومت کے نزدیک 6.7 کروڑ ہے۔ اس طرح دیہی غریبوں پر ہونے والا خرچ 125.25 روپئے سالانہ فی کس یا ۳۵ پیسہ فی کس یومیہ آتا ہے۔ (جسویر سنگھ، ٹائمس آف انڈیا ۲۰۰۵/۲/۲۲)

جب ہمارے اتنے بڑے اور مضبوط ملک کا یہ حال ہے چاہے وہ جس وجہ سے ہو تو افریقی ممالک اور کمزور ممالک کا کیا حال ہوگا؟ وہ اپنے عوام کی فلاح و بہبود پر کتنا خرچ کرپاتے ہوں گے۔ جبکہ صرف ایک سال ۲۰۰۴ میں سیلاب سے دنیا بھر میں تقریباً ۱۳ ر کروڑ ۲۰ لاکھ افراد متاثر ہوئے۔ مختلف قدرتی آفات میں ۲ لاکھ ۴۲ ہزار سے زیادہ لوگوں کی جانیں گئیں۔ اور 94 ارب امریکی ڈالر کے برابر نقصان ہوا۔ (پی ٹی آئی بحوالہ راشٹریہ سہارا، اردو ۲۰۰۵/۹/۲۹ء)

افریقہ میں ریلیف و ترقیاتی کاموں کے لئے ۳- ارب ڈالر نہیں مل پاتے مگر افریقہ میں جاری مختلف خانہ جنگیوں

سے ہر سال ۱۰-ارب ڈالر کا سالانہ نقصان ہو رہا ہے۔ یہ رقم مہیا کی جارہی ہے۔ مزیدار بات یہ ہے کہ ہتھیار کی سپلائی کی کمی کی بات کبھی سننے میں نہیں آتی۔ زلزلہ آیا تو دنیا بھر میں ٹینٹ نہیں تھے، ہیلی کاپٹر نہیں ملے مگر خانہ جنگیاں اور جنگیں جاری رہیں مگر ۲۰-۲۰ سال جنگیں چلنے پر بھی ہتھیاروں کی سپلائی متاثر نہیں ہوتی کیوں؟ جبکہ ہتھیار بنانے اور فروخت کرنے والے گنتی کے ۷-۵ قابل ذکر ملک ہیں ان میں سے اہم تو ۵-۴ ہی ہیں اور چاروں ممالک امریکہ، روس، جاپان، فرانس، برطانیہ اور اسرائیل (امریکہ 12.4 ملین ڈالر، روس 6.1 ملین ڈالر، برطانیہ 3.2 ملین ڈالر، اسرائیل 1.2 ارب ڈالر، فرانس 1 ارب ڈالر) یہ سارا اسلحہ ترقی پذیر ممالک کو سال ۲۰۰۴ کے دوران فروخت کیا گیا۔ (ٹائمس آف انڈیا ۳۱/۸/۲۰۰۵)

ستم ظریفی یہ ہے کہ یہی وہ چار امن کے ٹھیکیدار اور دہشت گردی کے خلاف اہم ملک ہیں جو امن کی بربادی اور دہشت گردی میں معاون اسلحہ کی تجارت کی بھی ٹھیکیداری کرتے ہیں۔ اب ہم دیکھیں گے کہ یہ تہذیب مغرب کے علمبردار لاشوں کے نوچنے والے قبر بجو کس طرح امن کے مسیحا بنتے ہیں:

اب مسئلہ کا اہم اور تیسرا رخ بھی دیکھتے ہیں وہ ''مدد'' کے ڈھول کا پول ہے:

نومبر کے آخری ہفتہ میں پاکستان میں زلزلہ زدگان کی مدد کے لئے ہوئی بین الاقوامی کانفرنس میں ۵-ارب ڈالر مدد کی پکار لگائی گئی مگر وعدہ ہوئے ۶-ارب ڈالر کے جس میں تقریباً ۴-ارب ڈالر قرض ہوگا اور مدد ہوگی صرف ڈھائی ارب ڈالر کی۔ پاکستانی ماہر اقتصادیات ڈاکٹر قیصر بنگالی نے اس پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ قرض ہوگا تو ہم اسے کیسے ادا کریں گے؟ ظاہری بات ہے مزید ٹیکس لگے گا اور مزید مہنگائی بڑھے گی اور آخر میں عام پاکستانی عوام کو ہی یہ بوجھ اٹھانا ہوگا۔ اور اس پر سود بھی ادا کرنا ہوگا۔ مدد کے نام پر حاتم طائی بھی بن گئے اور کمائی کی کمائی ہوگئی۔ مدد کے ذریعہ خارجہ پالیسی کی راہ ہموار کرنا تو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا مگر مدد کے ذریعہ لوٹ اور استحصال کی نئی پستیاں اس تہذیب نو میں امریکی ورلڈ آرڈر کے تحت ہی دیکھی جارہی ہے۔ جان سیموئیل جو ''ایکشن ایڈ'' کے بین الاقوامی ڈائیریکٹر اور گلوبل کال ٹو ایکشن اگینسٹ پاورٹی (غریبی کے خلاف عالمی تحریک) کے معاون مؤسس ہیں نے انکشاف کیا ہے کہ مدد دینے والے ممالک کی مدد کا ۶۰٪ حصہ دراصل انہیں ممالک میں رہ جاتا ہے جسے وہ فینٹم ایڈ (Phantom aid) کہتے ہیں۔ خاص طور سے فرانس اور امریکہ اس معاملہ میں سب سے آگے ہیں۔ ۲۰-ارب ڈالر مدد کرنے والوں کی خود کی جیب میں چلا گیا۔ G-7 کے سب سے خراب مدد کرنے والے ممالک اپنی مدد کا ۸۹٪ حصہ حیلہ بہانوں سے اپنے ہی لئے استعمال کر لیتے ہیں۔ ۲۰۰۳ میں G-7 نے اپنے وعدہ اپنی آمدنی کے ۷٪ کی مدد کے بجائے ۰.۷٪ کی ہی مدد کی۔ اور اس کا بھی بڑا حصہ اپنے پہلے سے ہی خوشحال طبقہ میں واپس بانٹ دیا۔ (ٹائمس آف انڈیا ۹/۷/۲۰۰۵)

یہ ہوتا ہے کیسے؟ حال ہی میں شائع ایک سروے کے مطابق زیریں صحارا کے ممالک کے لیے ۲۰۰۲ء میں کی گئی مدد کے ہر ۳۰ ڈالر میں سے ۵ ڈالر مدد دینے والے ممالک کی مشورہ فیس میں چلا گیا۔ ۵ ڈالر ہنگامی مدد میں لگا اور ۹ ڈالر قرض کی ادائیگی میں چلا گیا جو کہ انہیں ممالک کو گیا اور اس میں ظاہر ہے کہ سود شامل ہے۔ ایک امریکی ویب سائٹ میں بتایا گیا ہے کہ امریکی مدد سے سب سے زیادہ امریکی ہی مستفید ہوتے ہیں۔ تقریباً ۸۰٪ مدد کا پیسہ جو یو ایس ایڈ خرچ کرتی ہے وہ امریکی کمپنیوں کو ہی جاتا ہے۔ دنیا کے سب سے غریب ملک ایتھوپیا کی ۲۰ لاکھ ڈالر کی امریکی مدد میں خوبصورتی بنائے رکھنے کیلئے پلاسٹک سرجری پر مبنی کتاب کی ۲۱ کاپیاں اور امراض چشم کی ایک کتاب کی ۲۴ جلدیں شامل ہیں جبکہ پورے ایتھوپیا میں ایک بھی پلاسٹک سرجن نہیں ہے۔ وہاں جو امراض ہوتے ہیں ان پر کتابیں نایاب ہیں۔ اسکے علاوہ مدد کے ذریعہ جو سیاسی اور معاشی فوائد حاصل کئے جارہے ہیں ان کی لمبی داستان ہے۔ (جارج مان بوائٹ بحوالہ گارجین)

ایک اور مثال عراق سے وولکر کمیٹی کی رپورٹ تیل کے بدلہ خوراک پروگرام میں 69.4 ارب امریکی ڈالر منافع ہوا۔ اس میں 38.6 ارب ڈالر انسانی مدد کے لئے استعمال ہوئے۔ اس میں 18 ارب ڈالر امریکہ نے جنگ کے معاوضہ کے طور پر ہڑپ لیے۔ تیل برآمد کا خرچ 5.3 ارب ڈالر بھی اسی مد سے لیا گیا۔ ہتھیار معائنہ کا خرچ 40. ارب ڈالر اسی میں سے لیا گیا۔ عراق کی ترقی کے لئے 9.3 ارب ڈالر اور انتظامی امور کے خرچہ کے لئے 1.4 ارب ڈالر امریکہ نے الگ سے اسی مد میں لئے۔ خود وولکر کمیٹی کا ۱۸ ماہ کا خرچ ۳ کروڑ ڈالر اسی تیل کے بدلہ خوراک کی آمدنی سے لیا گیا۔ (سندھیا جین بحوالہ پنج جنیہ بحوالہ امر اجالا ۲۴/۱۱/۲۰۰۵) یہاں یہ بھی واضح رہے کہ خود امریکی کانگریس نے عراق کے لئے جو رقم ۲۰ ارب ڈالر مختص کی تھی اس دوران اُس میں سے صرف ۲- ارب ڈالر خرچ کئے گئے۔ اور اس ۲۰- ارب ڈالر کی مدد کا بڑا حصہ امریکہ کی بڑی تعمیراتی اور تیل کمپنیوں اور دفاعی ٹھیکیداروں کو دیا گیا۔ یعنی گھی ادھر ہی بہہ گیا جدھر ڈھال تھی۔ اور تو اور خود امریکہ میں آئے طوفانوں کیٹرینا اور ریٹا کی مدد کا ۸۰٪ یعنی 1.5 ارب ڈالر ہیلی برٹن اور کیلاگ براؤن اینڈ اوٹ KBG کو چلا گیا۔ اس فرم کے سابق سربراہ ڈک چینی جارج بش کے نائب صدر بنے ہیں۔ اس کمپنی کے لئے ماحول بنانے والا جو الا باغ کیبنٹ کی الیکشن مہم کا منیجر تھا۔ اسی نے زیادہ تر ٹھیکہ بغیر ٹنڈر کے الاٹ کئے۔ یہ ہے اس ''انسانیت دوست''، ''جمہوری''، ''ہمدرد'' ترقی پسند'' سیکولر تہذیب'' کا اصل (چدانندر اجگھاٹا ۵/۱۰/۲۰۰۵) مکروہ وخبیث چہرہ جس کو چھپانے کے لئے دنیا کو غیر ضروری معاملہ میں الجھایا جاتا ہے۔ تاکہ دنیا اِن خون آشام بھیڑیوں کی حقیقت کو نہ جان سکے۔ مگر ایسا کب تک؟

مولانا اختر امام عادل

غیر مسلم ملکوں میں قیام وسکونت کی شرعی حیثیت

موجودہ دور میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد غیر مسلم ملکوں میں آباد ہے، صرف ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد صحیح اعداد وشمار کے مطابق قریب ۳۰ ر کروڑ سے کم نہیں ہے، جو اس وقت دنیا کے کسی ایک ملک میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد ہے۔

چین میں پندرہ کروڑ، متحدہ روس میں دو کروڑ، یورپ میں ایک کروڑ اسی لاکھ، امریکہ میں اسی لاکھ مسلمان آباد ہیں، اسی طرح افریقی ملکوں مثلاً تنزانیا، اوگنڈا، کینیا اور جنوبی افریقہ اور ایشیائی ملکوں میں سنگاپور، سری لنکا، نیپال وغیرہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد مقیم ہے۔

غیر مسلم ملکوں کے مسائل میں شرعی طور پر سب سے پہلا سوال ان ملکوں میں قیام وسکونت کی شرعی حیثیت کا اٹھتا ہے، کہ مسلمانوں کے لیئے غیر اسلامی ملکوں میں قیام کرنا اور وہاں آباد ہونا شرعی طور پر کیسا ہے؟ مسلم ملکوں کے ان مسلمانوں کے لیے یہ مسئلہ کافی اہمیت کا حامل ہے، جو اپنا وطن چھوڑ کر غیر مسلم ملکوں میں منتقل ہو چکے ہیں، اور دوبارہ لوٹنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ کیا اسلامی نظام چھوڑ کر غیر اسلامی نظام میں پناہ ڈھونڈھنا اور مسلم حکمرانوں کے دائرہ اطاعت سے نکل کر غیر مسلم حکمرانوں کی بالادستی قبول کرنا جائز ہے؟

یہ سوال انتہائی قدیم ہے۔ ائمہ اربعہ کے دور میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث رہا ہے، البتہ حالات کے فرق سے اب مسئلہ کی وہ حساسیت باقی نہیں رہی، جو پہلے سمجھی جاتی تھی۔

مسئلہ کی دو بنیادیں:

اس مسئلہ کا حکم شرعی معلوم کرنے کے لیے دو بنیادوں پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔

(۱) جس غیر مسلم ملک میں کوئی مسلمان قیام پذیر ہے یا قیام کرنا چاہتا ہے قانونی اور سیاسی طور پر ایک مومن کے لیے وہاں کی صورت حال کیا ہے؟ صورت حال کے فرق سے حکم میں فرق آئیگا۔

(۲) وہاں قیام کا سبب اور محرک کیا ہے؟ سبب کے اختلاف اور محرکات کے فرق سے بھی حکم میں فرق پیدا ہوگا۔

غیر مسلم ملکوں کی قسمیں:

فقہاء نے سب سے زیادہ جس چیز کو اہمیت دی ہے، وہ پہلی بات ہے، فقہاء نے غیر مسلم ملکوں کو تین حصوں میں

تقسیم کیا ہے، اوران تینوں کے جداگانہ احکام بیان کیے ہیں، کتب فقہ میں اس سلسلے میں بڑی تفصیل ملتی ہے، ہم یہاں اس ذیل میں ہونے والی بحثوں کا صرف خلاصہ پیش کرتے ہیں:

(۱) پہلی قسم ان غیر ممالک کی ہے جہاں بحیثیت مسلمان کسی شخص کا قیام سخت مشکل ہو، جہاں اپنے اور اپنی نسلوں کے دین وایمان یا جان ومال یا عزت وآبرو کو شدید خطرات درپیش ہوں، دین وایمان اور نسلوں کے تحفظ کی کوئی ضمانت وہاں موجود نہ ہو۔ مذہبی آزادی نہ ہو، دین پر قائم رہ کر وہاں رہنا ممکن نہ ہو، جو عہد اول میں ہجرت مدینہ سے قبل کی صورت حال تھی، ایسے ملکوں میں جانا یا وہاں قیام کرنا باتفاق فقہاء کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں؛ بلکہ جو لوگ وہاں پہلے سے آباد ہوں اور وہ کسی مسلم یا پرامن ملک کی طرف ہجرت کرنے کی قدرت رکھتے ہوں تو ان پر فرض ہے کہ وہاں سے ہجرت کر جائیں۔

(حوالہ کے لیے درج ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں: احکام القرآن للجصاص: ج ۳،ص:۲۲۸، مغنی المحتاج للشربینی، ج:۶،ص:۵۴،الأمُ للشافعی، ج:۲،ص:۱۶۹،الحاوی الکبیر للماوردی، ج:۱۸،ص:۳۱۱، روضة الطالبین للنووی، ج:۷،ص:۴۷۴، کشاف القناع للبھوتی، ج:۳،ص:۴۳،الانصاف للمرادوی، ج:۴،ص:۱۲۱،البحر الذخار لابن المرتضی، ج:۶،ص:۲۶۶، نیل الاوطار للشوکانی .... شرح النیل وشفاء العلیل لاطفیش، ج:۷،ص:۵۵۱، المحلی لابن حزم، ج:۱۱،ص:۲۰۰،المدونة الکبری للامام مالک، ج:۵، ص:۱۵۶۵،مقدمات ابن رشد مع المدونة الکبریٰ، ج:۹،ص:۳۱۵۹)

البتہ شافعیہ نے اس حکم سے ان مسلمانوں کا استثناء کیا ہے جن کے وہاں قیام میں مسلمانوں کی کوئی مصلحت مضمر ہو اور ذاتی طور پر وہ لوگ ایمان کی حفاظت کے ساتھ غیر مسلموں کی طرف سے پیش آنے والے خطرات اور اذیتوں کا مقابلہ کر سکتے ہوں، ایسے حضرات کے لیے مسلم ملکوں کے بجائے غیر مسلم ملکوں میں قیام کرنا نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے۔ (مغنی المحتاج للشربینی، ج۶ ص۵۴، الحاوی للماوردی ج۱۸ص۱۱۱، تحفة المحتاج للھیثمی ج۴ص۲۱۱)

اس کا ماخذ دراصل یہ آیت کریمہ ہے:

ان الذین توفاھم الملائکة ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعة فتھاجروا فیھا فاولئک ماواھم جھنم وساءت مصیرا (سورۂ نساء:۹۷)

ترجمہ: بے شک ان لوگوں کی جان جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہے (جب) فرشتہ قبض کرتے ہیں تو ان سے

کہیں گے کہ تم کس کام میں تھے، وہ بولیں گے ہم اس ملک میں بے بس تھے، فرشتے کہیں گے کہ اللہ کی سرزمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے ؟ تو یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بری جگہ ہے۔" (ترجمہ ماجدی)

اس آیت کریمہ میں ایسی سرزمین پر اقامت اختیار کرنے کو ظلم اور بدترین گناہ قرار دیا گیا ہے جہاں انسان اپنے دین وایمان کی حفاظت نہ کر سکے، بشرطیکہ انسان وہاں سے نکلنے اور کسی مناسب مقام پر قیام کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ (الکشاف للزمخشری ج۱ص۵۵۵)

پھر ایسے ملک میں جانے اور قیام کرنے کا کیا جواز ہو سکتا ہے۔

(۲) دوسری قسم ان غیر اسلامی ممالک کی ہے، جہاں کھل کر دین پر عمل کرنے کی آزادی نہ ہو، مسلمان وہاں کمزور اقلیت کی زندگی گذار رہے ہوں، جہاں جان ومال اور عزت وآبرو پہ خطرات کے بادل منڈلاتے رہتے ہوں، مگر مسلمانوں کے لیے کوئی دوسری جائے ہجرت نہ ہو، یا ہجرت کے اخراجات کے متحمل نہ ہوں، اور اس طرح وہ وہاں رہنے پر مجبور ہوں، ایسے مسلمانوں پر باتفاق فقہاء ہجرت واجب نہیں ہے۔ اور ان ملکوں میں اقامت ان کے لیے باعث گناہ نہیں ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ج۳ص۲۲۸، فتح العلی المالک لو ملیش ج۷ص۳۷۵-۳۷۶، مغنی المحتاج للشربینی ج۴ص۳۳۹، الحاوی الکبیر للماوردی ج۱۸ص۱۱۱، کشاف القناع للبھوتی ج۳ص۴۴، المحلی لابن حزم ج۱۱ص۲۰۰، البحر الزخار لابن المرتضی ج۶ص۴۶۹، شرح الازھار لابن المفتاح ج۴ص۵۷۵)

اس حکم کا ماخذ بھی مذکورہ بالا آیت کریمہ کا اگلا ٹکڑا ہے۔

الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لایستطیعون حیلة ولایھتدون سبیلا فاولئک عسی اللہ ان یعفوعنھم وکان اللہ عفوا غفورا. (النساء:۹۸-۹۹)

ترجمہ: بجز ان لوگوں کے جو مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے کمزور ہوں (کہ) نہ کوئی تدبیر ہی کر سکتے ہوں، اور نہ کوئی راہ پاتے ہوں، تو یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے گا اور اللہ تو ہے ہی بڑا معاف کرنے والا، بڑا بخشنے والا۔ (ترجمہ ماجدی)

اس آیت میں کمزور اور مجبور لوگوں کو حکم ہجرت سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، مگر یہ حکم اس وقت ہے جب تک ان کے لیے ہجرت کی کوئی سبیل نہیں بن جاتی۔

(۳) تیسری قسم ان غیر اسلامی ممالک کی ہے، جہاں مسلمانوں کے لیے بحیثیت ایک اقلیت کوئی خطرہ نہ ہو، مذہبی آزادی حاصل ہو، اپنے یا اپنی نسلوں کے دین وایمان کو مکمل تحفظ فراہم ہو، ایسے ملکوں میں اقامت اختیار کرنے کے

بارے میں علماء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

(۱) ایک رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایسے ملکوں میں جانا یا رہنا بھی جائز نہیں۔ اگر قدرت میسر ہو تو مقیم مسلمانوں کے لیے وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے، یہ رائے فقہاء مالکیہ کی ہے، اور شافعیہ کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ملتا ہے۔ (المدونة الکبری للامام مالک ج۵ص۱۵۲۵، مقدمات ابن رشد مع المدونة الکبری ج۹ص۳۱۵۹)

مالکیہ کے نزدیک علی الاطلاق غیر اسلامی ملکوں میں قیام کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہاں دین پر عمل کرنے کی قدرت میسر ہو یا نہ ہو۔

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ ایسے ملکوں میں قیام کرنا درست ہے، اور مقیم مسلمانوں کے لیے وہاں سے ہجرت کرنا واجب نہیں، یہ رائے حنفیہ اور حنابلہ کی ہے، اور شافعیہ کا صحیح مسلک بھی یہی ہے۔ (احکام القرآن للجصاص ج۲ص۳۰۵، اعلاء السنن للتھانوی ج۱۲ص۳۶۱، کشاف القناع للبھوتی ج۳ ص۴۴، فتاوی ابن تیمیه ج۴ص۲۸۰، روضة الطالبین للنووی ج۷ص۴۷۴، مغنی المحتاج للشربینی ج۶ص۵۴)

<u>قائلین عدم جواز کے دلائل:</u>

جو فقہاء ان ملکوں میں قیام کو جائز قرار نہیں دیتے ان کے پیش نظر درج ذیل بنیادیں ہیں: (۱) حضرت معاویہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ...... نے فرمایا:

لاتنقطع الهجرة حتی تنقطع التوبة ولاتنقطع التوبة حتی تطلع الشمس من مغربها. (ابوداؤد کتاب الجهاد، باب فی الهجرة هل انقطعت حدیث (۲٤٦٢) الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن جنبل ج۲۰ص۲۹۶)

ترجمہ: ہجرت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ توبہ کا دروازہ بند نہ ہو، اور توبہ کا دروازہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے۔

حضرت عبداللہ السعدی کی روایت ہے کہ رسول اللہ...... نے ارشاد فرمایا:

لاتنقطع الهجرة ماقوتل الکفار وفی روایة، لا تنقطع الهجرة مادام العدو یقاتل. (السنن الکبری للبیهقی، کتاب السیر باب الرخصة فی الاقامة بدار الشرک لمن لا یخاف الفتنة ج۹ ص۱۸، الفتح الربانی لترتیب مسند امام احمد بن حنبل ج ۲۰ ص ۲۹۵، نسائی، کتاب البیعة، باب ذکر الاختلاف فی انقطاع الهجرة، رقم ۴۱۸۲-۴۱۸۴)

ترجمہ: ہجرت اس وقت تک بند نہ ہوگی جب تک کفار سے جہاد کا سلسلہ جاری ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کا عمل تا قیام قیامت جاری رہے گا، اور ظاہر ہے کہ اس حکم کے مخاطب غیر اسلامی ملکوں کے مقیم مسلمان ہی ہیں، اس لیے ان تمام پر لازم ہے وہ کسی بھی غیر اسلامی ملک میں اقامت اختیار نہ کریں، اور فریضۂ ہجرت پر عمل کرتے ہوئے، غیر اسلامی ملکوں سے نقل مکانی کرلیں، اس سے قدرتی طور پر یہ حکم بھی نکلتا ہے کہ جب غیر اسلامی ملکوں میں مقیم مسلمانوں کو ان ملکوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا جارہا ہے، تو مسلم ملکوں سے منتقل ہوکر وہاں جانے کی اجازت کیسے مل سکتی ہے؟

ان روایات پر سند اور استدلال دونوں لحاظ سے کلام کیا گیا ہے، حضرت معاویہ کی روایت سند کے اعتبار سے متکلم فیہ ہے۔

(عون المعبود لشمس الحق عظیم آبادی ج۷ ص ۱۵۶، نیل الاوطار للشوکانی ج۸ص۲۶)

اس روایت کی سند میں ابو ہند البجلی ہیں ان کو ابن القطان نے مجہول قرار دیا ہے۔(تھذیب التھذیب، ج:۱۰،ص:۲۹۹)

ایک دوسرے راوی عبدالرحمٰن بن ابی عوف کو بھی ابن القطان نے مجہول کہا ہے۔(تھذیب التھذیب لابن حجر، ج:۵،ص:۱۵۴)

اسی طرح عبداللہ السعدی کی روایت میں ایک راوی اسماعیل بن عیاش کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، امام نسائی نے ان کو ضعیف کہا، ابن حبان نے کہا کہ حدیث میں بہت غلطیاں کرتے ہیں، اس طرح بقول محدث ابن خزیمہ" روایت قابل استدلال نہیں رہی۔(میزان الاعتدال للذھبی ج۱ص۲۴۱-۲۴۴)

اور اگر روایات صحیح اور لائق استدلال بھی ہوں تو بھی انکا محمل وہ ممالک بن سکتے ہیں، جہاں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے، جہاں دین وایمان، جان ومال اور عزت وآبرو کو شدید خطرات لاحق ہوں، مسلمان وہاں سے ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، اور کسی اسلامی ملک نے ان کیلئے اپنے دروازے کھول دیئے ہوں، ان احادیث کو علی الاطلاق تمام غیر اسلامی ملکوں پر منطبق نہیں کیا جاسکتا ہے، اسلیے کہ غیر اسلامی ملکوں میں قیام کی اجازت کی روایات بھی موجود ہیں۔ (سبیل السلام للصنعانی ج۴ص۸۶، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج۵ص۲۱۵)

دوسرا استدلال:

دوسرا استدلال ان روایات سے کیا گیا ہے، جن میں مشرکین کی آبادیوں کے درمیان مسلمانوں کو اقامت کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور ان سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت جریر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ

......نے ارشاد فرمایا:

انا برئ من کل مسلم یقیم بین اظھر المشرکین قالوا یارسول اللّٰہ ولم؟ قال لاترا ءی نارا ھما.

(ترمذی کتاب السیر، باب ماجاء فی کرھیة المقام بین اظھر المشرکین، حدیث ۱۶۵۴ ، ابوداؤد، کتاب الجھاد، باب النھی عن القتل من اعتصم بالسجود حدیث ۲۶۲۸، نسائی ، کتاب القسامة، باب القود بغیر حدید مرسل، حدیث ۴۷۹۴)

ترجمہ: میں ہر ایسے مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہو، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیوں؟ آپ ......نے ارشاد فرمایا دونوں اتنی دور رہیں کہ ان میں سے کوئی دوسرے کی آگ نہ دیکھ سکے۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم......نے فرمایا:

لاتساکنوا المشرکین ولاتجامعوھم فمن ساکنھم اوجامعھم فھو مثلھم.

(السنن الکبری للبیھقی ، کتاب السیر، باب الرخصة فی الاقامة بدار الشرک لمن لایخاف الفتنة ج۹ص۱۸ جامع الترمذی مع شرح تحفة الاحوذی ج۵ص۲۳۰)

وفی روایة: من جامع المشرک وسکن معه فانه مثله. (ابوداؤد، کتاب الجھاد، باب فی الاقامة بارض الشرک، حدیث ۲۷۷۰)

ترجمہ: مشرکوں کے ساتھ نہ رہو اور نہ ان کے ساتھ اکٹھے ہو، جو ان کے ساتھ رہے گا یا اکٹھے ہوگا وہ انہی کی طرح سمجھا جائے گا۔

ان روایات سے صراحتاً غیر مسلموں کے درمیان سکونت کی حرمت ثابت ہوتی ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ یہ روایات بھی کلام سے خالی نہیں ہیں، مثلاً حضرت جریر بن عبداللہ کی حدیث مرسل ہے یا متصل؟ اس میں محدثین کے درمیان اختلاف ہوا ہے، اور امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابوداؤد وغیرہ نے اس کے ارسال والی بات کو ترجیح دی ہے۔ (تحفة الاحوذی شرح الترمذی ج۵ص۲۳۰)

دوسرے اس کی سند میں ایک راوی ابومعاویہ الضریر ہیں، ان کا نام محمد بن خازم التمیمی ہے، ابن خراش اور عبداللہ بن احمد کی رائے ان کے بارے میں یہ ہے کہ وہ صرف اعمش کی روایات کی حد تک قابل اعتبار ہیں، باقی روایات میں ان کے حافظہ پر اعتماد نہیں ہے۔

(میزان الاعتدال للذھبی ج۴ص۵۷۵ تھذیب التھذیب لابن حجر ج۷ص۱۲۷)

میں مذہبی آزادی کا اصول تسلیم کرلیا ہے، اور ہر ملک میں ہر شخص کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی گئی ہے، اس لیے آج کے حالات میں کسی غیر اسلامی ملک کے زیر اثر زیادہ سے زیادہ جن مسائل میں کسی مسلمان کے متاثر ہونے کا امکان ہے وہ اقتصادی مسائل ہیں مگر ان کا بڑا حصہ قانون اسلامی سے متصادم نہیں ہے، بلکہ بڑی حد تک اسلامی قوانین سے ہم آہنگ ہے۔

بلکہ آج کا تجربہ تو یہ ہے کہ غیر اسلامی ملکوں کے مسلمان جس صلابت اور شدت کے ساتھ دین پر قائم ہیں، اسلامی ملکوں کے بیشتر مسلمان اس معیار پر نہیں اترتے، وہ دین کو پوری محبت کے ساتھ سینہ سے لگائے ہوئے ہیں کہ کہیں یہ ہم سے چھوٹ نہ جائے، جب کہ اسلامی ملکوں کے اکثر مسلمان محض روایتی طور پر دین پر قائم ہیں۔

قائلین جواز کے دلائل

جمہور فقہاء جواز کی رائے رکھتے ہیں، اور اس کیلئے ان کے پیش نظر بعض اہم بنیادیں ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ...... نے فتح مکہ کے روز ارشاد فرمایا:

لاهجرة ولكن جهاد ونية واذا استنفرتم فانفروا . (بخاری، كتاب الجهاد، باب لاهجرة بعد الفتح ج۱ص۴۳۳، حدیث۳۰۷۷ المسلم، كتاب الامارة باب المبايعة بعد فتح مكة على الاسلام والجهاد، حدیث۴۸۰۳)

ترجمہ: اب ہجرت کا حکم باقی نہیں البتہ جہاد اور نیت باقی ہے، جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو جہاد کے لیے نکلو۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب پورے علاقۂ عرب میں امن قائم ہوگیا، اور مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی تو ہجرت مدینہ کا حکم منسوخ کردیا گیا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف مکہ مکرمہ ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر وہ علاقہ جہاں مسلمانوں کو ان کے اسلامی امور کی بجا آوری میں کوئی دشواری پیش نہ آئے اس میں داخل ہے۔ (فتح الباری، شرح بخاری ج۶ص۲۳۳-۲۳۴)

علامہ خطابیؒ اور شوکانی کا بیان ہے کہ ابتداء اسلام میں چونکہ مسلمان تعداد میں کم اور منتشر تھے، اس لیے ضرورت تھی کہ ان کو کسی ایک مقام پر جمع کیا جائے، اس وقتی مصلحت کے پیش نظر ہجرت مدینہ کا حکم عبوری طور پر دیا گیا، لیکن جب مسلمان تعداد میں بڑھ گئے اور ان کی قوت بھی کافی حد تک مستحکم ہوگئی، جس کا علامتی مظاہرہ فتح مکہ کی صورت میں ہوا، تو ہجرت مدینہ کا یہ حکم اٹھالیا گیا۔ (معالم السنن للخطابی ج۲ص۲۰۲، نیل الاوطار للشوکانی ج۸ص۲۶)

(۲) رسول اللہ...... نے فتح مکہ سے قبل بعض صحابہ کو مکہ میں رہنے کی اجازت دی جب کہ مکہ، فتح مکہ سے قبل دار الکفر تھا، مثلاً اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کو حضور نے مکہ میں رہنے کی اجازت دی، اسلئے کہ ان کے بارے میں دینی

رہی حضرت سمرۃ بن جندب والی روایت تو اس کے دونوں طرق ضعیف ہیں، پہلے طریق کی سند میں ایک راوی اسحاق بن ادریس ہیں جن کو متعدد محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، بلکہ یحییٰ بن معین نے ان کو کذاب اور حدیث گھڑنے والا کہا ہے، دار قطنی نے ان کو منکر الحدیث، اور نسائی نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔(میزان الاعتدال للذھبی ج۱ص۱۸۴، المجموع فی الضعفاء والمتروکین لعبدالعزیز السیروان ص۲۸۳)

دوسرے طریق کی سند کے بارے میں ذہبی کا خیال ہے کہ لائق استدلال نہیں ہے۔(نیل الاوطار للشوکانی ج۸ص۲۵)

اس لیے کہ سند میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ ابوداؤد متکلم فیہ راوی ہیں، ان کے بارے میں نسائی کہتے ہیں کہ حدیث میں مضبوط نہیں ہیں، ابن حجر کہتے ہیں کہ ''فیہ لین'' ان میں کچھ نرمی ہے، بخاری کہتے ہیں ''لہ مناکیر'' کہ یہ منکر روایات بھی نقل کرتے ہیں۔(عون المعبود شمس الحق عظیم آبادی ج۷ص۴۷۷، المجموع فی الضعفاء والمتروکین ص۱۱۶-۴۴۲)

اور اگر یہ روایات درست بھی ہوں تو بھی ان کا اطلاق عموم کے ساتھ غیر اسلامی ملکوں پر نہیں ہوسکتا، بلکہ ان کا مصداق صرف وہ ممالک قرار دیئے جائیں گے جہاں مسلمانوں کے لیے دین پر آزادانہ عمل کی راہ میں مشکلات ہوں، اور ہجرت کے سوا اسلامی زندگی گذارنے کی کوئی صورت موجود نہ ہو،......اور اگر اس روایت کو اس کے پس منظر کے ساتھ ملاکر دیکھا جائے تو بات بہت زیادہ صاف ہوجاتی ہے، یہ حدیث جس پس منظر میں رسول اللہ......نے ارشاد فرمایا وہ یہ تھا کہ رسول اللہ......نے ایک سریہ قبیلہ بنوخثعم کی طرف بھیجا تو کچھ لوگوں نے سجدوں کی ڈھال اختیار کرلی یعنی سجدے میں چلے گئے تاکہ مجاہدین ان کو مسلمان جان کر قتل نہ کریں، مگر مجاہدین کی تلوار سے وہ حضرات محفوظ نہ رہ سکے، جب کہ فی الواقع وہ مسلمان تھے، حضور اکرم......کو اس کی خبر ملی تو آپ......نے ان کے لیے نصف دیت کا حکم جاری فرمایا، اور یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ میں ہر ایسے مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہائش پذیر ہو۔(جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج۵ص۲۲۹)

عقلی استدلال:

ایک عقلی دلیل یہ دی جاتی ہے۔ایک مسلمان کے غیر اسلامی ملک میں جانے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ خود اپنے آپ کو اسلامی قوانین کے سایہ سے نکال کر غیر اسلامی قوانین کے لیے پیش کر رہا ہے، ظاہر ہے کہ کسی صاحب ایمان کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔(مقدمات ابن رشد مع المدونۃ الکبریٰ ج۹ص۳۱۵۹، المدونۃ الکبریٰ للامام مالک ج۵ص۱۵۶۵)

مگر اس دلیل کی معنویت آج کے دور میں باقی نہیں رہی، اس لیے کہ تمام اقوام وممالک نے اپنے اپنے دستور

فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہیں تھا۔ اور ذاتی وجاہت اور خاندانی اثر ورسوخ کی بنا پر کفار ان کو جانی ومالی نقصانات بھی نہیں پہنچا سکتے تھے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دارالکفر میں اگر دین وایمان اور جان ومال کے تحفظ کا یقین ہو تو قیام کرنے کی اجازت ہے۔ (الأم للشافعي ج۴ ص۱۶۹، المغني لابن قدامه ج۱۰ ص۵۵، السنن الكبرى للبيهقي ج۹ ص۱۵)

البتہ حضرت عباسؓ کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ ہجرت کی قدرت نہیں رکھتے تھے، اس بنا پر حکم ہجرت سے ان کو مستثنیٰ کر دیا گیا تھا، جو عام مستضعفین کا حکم ہے۔

(۳) بعض صحابہ نے مکہ میں کفار کی اذیتوں سے مجبور ہو کر حبشہ کی عیسائی سلطنت کا رخ کیا اور وہیں مقیم ہو گئے، اور جب تک اللہ نے ہجرت مدینہ کی سبیل نہیں پیدا کی وہیں مقیم رہے، یہاں تک کہ بعض صحابہ رسول اللہ...... کے مدینہ ہجرت فرما جانے کے بعد بھی حبشہ ہی میں مقیم رہے، اور یہ سب کچھ رسول اللہ...... کی مرضی کے مطابق ہوا۔

خود نجاشی مسلمان ہونے کے بعد اپنی غیر اسلامی سلطنت میں مقیم رہا، جب کہ وہ اپنے وسائل کی بدولت مدینہ ہجرت کرنے کی قدرت رکھتا تھا، لیکن رسول اللہ...... کی اجازت سے وہ حبشہ میں مقیم رہا، اور جب اس کا انتقال ہوا تو حضور...... نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی اور فرمایا:

مات اليوم رجل صالح. (فتح الباري شرح صحيح البخاري ج۷ ص۲۴۲، كتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشي، حديث ۳۸۷۷)

ترجمہ: آج ایک صالح شخص کا انتقال ہو گیا ہے۔

(۴) مشہور تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے ملاقات کی، اور ان سے ہجرت کے بارے میں سوال کیا، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

''اب ہجرت کا حکم نہیں ہے، اللہ اور اس کے رسول...... کی طرف ہجرت کا حکم اس وقت تھا جب مسلمانوں کے لیے دینی اعتبار سے فتنہ کا اندیشہ تھا، اس لیے مسلمان مختلف علاقوں سے سمٹ کر رسول اللہ...... کے زیر سایہ مجتمع ہو گئے، لیکن اب اللہ نے اسلام کو فروغ دے دیا ہے اس لیے اب جو شخص جہاں چاہے رہ کر اپنے پروردگار کی عبادت کرے، البتہ جہاد اور نیت کا حکم اب بھی باقی ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح بخاري ج۷ ص ۲۸۶، السنن الكبرى للبيهقي، كتاب السير، باب الرخصة في الاقامة بدار الشرك لمن لايخاف الفتنة ج۹ ص۱۷)

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا اشارہ اس جانب ہے کہ ہجرت کا حکم مطلق نہیں ہے، بلکہ فتنہ کی علت کے ساتھ مربوط ہے، علت موجود ہو گی تو حکم پایا جائے گا، علت نہیں رہے گی تو حکم بھی باقی نہ

رہے گا، اس طرح وہ ممالک جہاں دینی اعتبار سے مسلمانوں کے لیے فتنہ نہ ہو وہاں اقامت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور وہاں مقیم مسلمانوں کے لیے ہجرت واجب نہیں۔ (فتح الباری لابن حجرؒ ج ۷ ص ۲۹۰)

علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں: اگر کسی غیر اسلامی ملک میں آزادانہ طور پر دین پر عمل کرنے کی قدرت ہو تو وہ دارالاسلام کے حکم میں ہے، اور دارالاسلام کے مقابلے میں مسلمانوں کا وہاں قیام کرنا زیادہ باعث فضیلت ہے، اس لیے کہ اس میں اسلام کی دعوت واشاعت کے امکانات زیادہ ہیں۔ (الحاوی للماوردی ج ۱۸ ص ۱۱۱)

قول راجح: غور کرنے سے جمہور کا موقف ہی زیادہ مضبوط معلوم پڑتا ہے، اور اس کے کئی اسباب ہیں:

(۱) عدم جواز کے لیے جو روایات پیش کی گئی ہیں، وہ عموماً طعن سے خالی نہیں ہیں، اور اگر ان کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان کا محل وہ ممالک قرار پاسکتے ہیں جہاں مسلمانوں کے لیے دینی لحاظ سے خطرہ درپیش ہو، اور فقہ کا ضابطہ ہے کہ جب کسی دلیل میں دوسرا احتمال پیدا ہو جائے تو وہ کسی ایک معنی کے لیے متعین نہیں رہ جاتے، اور اس سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

(۲) نیز غیر اسلامی ممالک کی صورت اب قطعاً مختلف ہو گئی ہے، آج ان ممالک میں فکر وعقیدہ اور اظہار خیال کی جو آزادی ہے، اللہ مجھے معاف کرے، وہ بہت سے اسلامی ملکوں میں بھی میسر نہیں ہے، آج وہاں اسلامی ادارے، مساجد، مدارس اور دینی تحریکات وتنظیمات کی خاصی تعداد خدمت دین میں مصروف ہیں، اور ان کے لیے کوئی سیاسی یا قانونی رکاوٹ نہیں ہے، بڑے بڑے اہل علم، اور اہل تحقیق موجود ہیں جو مختلف ممالک سے مختلف اسباب کے تحت وہاں پہنچ گئے ہیں، اس لیے آج ان ممالک میں نہ اسلام کے لیے خطرہ ہے اور نہ مسلمانوں کے لیے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان ممالک میں مقیم مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا جائے، یا مسلمانوں کے وہاں داخلہ یا اقامت کو ممنوع قرار دیا جائے۔

(۳) اور اگر اس نظریہ کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ تمام غیر اسلامی ممالک کو اسلام اور مسلمانوں کے وجود سے خالی کر دیا جائے، اس طرح کی بات کم از کم آج کے دور میں کوئی دانشمند شخص نہیں کر سکتا، علاوہ ازیں تمام مقیم مسلمانوں کی ہجرت اور نقل مکانی میں آج کے دور میں جو مشکلات اور دشواریاں ہیں وہ اپنی جگہ ہیں، یہ اسلام کے مزاج کے خلاف ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

ما جعل علیکم فی الدین من حرج (سورۂ حج: ۷۸)

ترجمہ: اللہ نے تمہارے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں، مشکل نہیں چاہتے۔

حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ کا دورۂ ایران

امام مسلم کے دیس خراسان (ایران) میں چند روز

(قسط نمبر ۵)

غزالی کی گیارہ سالہ خلوت اور تجربات: اس کے بعد امام غزالیؒ نے اسی پر قناعت نہ کی بلکہ خلوت کی طرف نکلے۔ امام غزالیؒ نے خود ان حالات اور اسباب کو "المنقذ من الضلال" میں بیان کیا ہے جنہوں نے انہیں ایسا قدم اٹھانے پر آمادہ کیا۔ اس طرح وہ اقلیم علم کی بادشاہی چھوڑ کر یقینی علم اور دولت باطن کی تلاش میں نکل گئے۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر پلٹے۔ وہ اپنی گیارہ سال کی رہ نوردی اور اس کے تجربات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ان تنہائیوں میں مجھے جو انکشافات ہوئے اور جو کچھ مجھے حاصل ہوا اس کی تفصیل اور اسکا استقصاء تو ممکن نہیں لیکن ناظرین کیلئے اتنا ضرور کہوں گا کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ صوفیاء ہی اللہ کے راستے کے طالب صادق ہیں۔ ان کی سیرت بہترین سیرت ان کا طریق سب سے زیادہ مستقیم اور انکے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں۔ اگر عقلاء کی عقل، حکماء کی حکمت، اور شریعت کے رمز شناسوں کا علم مل کر بھی ان کی سیرت واخلاق سے بہتر لانا چاہے تو ممکن نہیں۔ ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات و سکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں اور نور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نور نہیں ہے جس سے روشنی حاصل کی جائے"

دوبارہ تدریسی اور اجتماعی زندگی میں: اگر امام غزالیؒ یکسوئی اور سکون واطمینان چاہتے تو اسی خلوت وعزلت کی حالت میں رہ جاتے لیکن اللہ نے آپ سے کام لینا تھا درس و تدریس، تالیف و تصنیف اختیار کر کے خلائق کو نفع پہنچایا۔ الحاد و فلسفہ کی تردید اور عقلی و علمی طور پر اسلامی کی برتری اور صداقت ثابت کرنے کے لئے خصوصاً جب کہ اللہ نے ان کو یقین و مشاہدہ کے مقام تک پہنچا دیا تھا۔ عالم اسلام میں ان سے زیادہ کوئی موزوں شخصیت نہیں تھی۔

ماہ ذیقعدہ 499ھ کو جب کہ پانچویں صدی کے شروع میں ایک ہی مہینہ باقی تھا امام غزالیؒ نے پھر نیشاپور کا رخ کیا لیکن اب امام غزالیؒ کی درس و تدریس اور اصلاح وارشاد اور اس سے پہلے کی تدریسی مشاغل اور وعظ وارشاد میں کافی فرق تھا۔ پہلے نفس کے تقاضے اور طبیعت کے جذبے سے یہ سب کچھ کرتے تھے اور اب وہ خود کو مامور اور آلۂ کار سمجھتے تھے۔

غزالیؒ کے دو بڑے تجدیدی کام: امام غزالیؒ نے اس کے بعد جو کام کئے ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) فلسفہ اور باطنیت کے سیلاب کا مقابلہ اور اسلام کی طرف سے اس کی بیخ کنی

(۲)　زندگی و معاشرت کا اسلامی و اخلاقی جائزہ اور ان کی تنقید و اصلاح

امام غزالیؒ سے پہلے فلسفہ اور الحاد کا مقابلہ متکلمین کی طرف سے مدافعانہ اور جواب دہی کا تھا۔ امام غزالیؒ نے فلسفہ کی بنیادوں پر ضرب لگائی اس مقصد کے لئے انہوں نے ”مقاصد الفلاسفہ“ اور ”تہافت الفلاسفہ“ جیسی معرکۃ الآراء کتابیں لکھیں۔ جس میں انہوں نے فلسفہ کے الٰہیات و طبعیات پر اسلامی نقطہ نظر سے تنقید کی۔ آپ نے فلسفہ سے آنکھیں ملا کر بجائے مدافعت اور جواب دہی کے فلسفہ پر پورا وار کیا۔ امام غزالیؒ کے فلسفے پر دلیرانہ تنقید نے فلسفہ کے حلقوں میں ایک طویل زمانہ تک اضطراب اور غم وغصہ پیدا کر رکھا تھا۔

امام غزالیؒ کا دوسرا بڑا تجدیدی کام زندگی اور معاشرت کا اسلامی جائزہ تھا۔ اس سلسلے میں آپؒ کی تصنیف ”احیائے علوم الدین“ وہ کتاب ہے جس نے مسلمانوں کے دل و دماغ پر سب سے زیادہ اثر ڈالا۔ اس کتاب کی اہمیت اور کمال مرتبت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ شیخ محمد گازرونی کا دعویٰ تھا کہ اگر دنیا کے تمام علوم مٹا دیئے جائے تو میں ”احیاء العلوم“ سے ان کو دوبارہ زندہ کردوں گا۔ امام غزالیؒ اس کتاب کے دیباچے میں لکھنے کا سبب خود بیان کرتے ہیں ”کہ میں نے دیکھا کہ مرض نے تمام عالم کو چھالیا ہے۔ اور سعادت اخروی کی راہیں بند ہوگئی ہیں علماء جو دلیل راہ تھے زمانہ ان سے خالی ہوتا جاتا ہے جو رہ گئے ہیں وہ نام کے عالم ہیں۔ جن کو ذاتی اغراض نے اپنا گرویدہ بنالیا۔ اور جنہوں نے تمام عالم کو یہ یقین دلایا ہے کہ علم صرف تین چیزوں کا نام ہے مناظرہ (جو فخر و نمو کا ذریعہ ہے)، وعظ (جس میں عوام کی دلفریبی کے لئے رنگین اور مسجع فقرے استعمال کئے جاتے ہیں)، فتویٰ (جو مقدمات کے فیصلے کرنے کے ذریعہ ہے)۔ باقی آخرت کا علم تو وہ تمام عالم سے ناپید ہوگیا ہے۔ اور لوگ اس کو بھول بھلا چکے یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہوسکا اور مہر سکوت ٹوٹ گئی۔“ یہ کتاب اسلام میں پہلی مفصل و مدلل کتاب ہے۔ جس میں پوری زندگی اور بگڑے ہوئے اسلامی معاشرے کا قوت کے ساتھ احتساب کیا گیا ہے۔ اور اخلاقی بیماریوں کے عوارض و اسباب اور ان کا طریقہ علاج بتایا گیا۔

<u>طوس واپسی اور وفات:</u>　فخر الملک محرم ر 500ھ میں ایک باطنی کے ہاتھ سے شہید ہوا تو اس کے تھوڑے عرصے بعد امام غزالیؒ نے تدریس سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور اپنے وطن طوس واپس لوٹ کر اپنے گھر کے پاس ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ جہاں تادم وفات مصروف تعلیم و تربیت رہے۔ آپ کی زندگی کے آخری کام کے بارے میں ابن عساکر کہتا ہے کہ ”ان کی زندگی کا آخری کام یہ تھا کہ وہ حدیث نبوی کی طرف پوری طرح متوجہ ہوئے اور علماء حدیث کی ہم نشینی اختیار کی اور صحیحین (بخاری و مسلم) کا مطالعہ شروع کیا جو اسلام میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔

امام غزالیؒ نے طاہران میں ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ کو ۵۵ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

ابن جوزی نے ان کے انتقال کا واقعہ ان کے بھائی احمد غزالی کی روایت سے بیان کیا ہے۔

”دوشنبہ کے دن وہ صبح کے وقت بستر خواب سے اٹھے وضوء کر کے نماز پڑھی پھر کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر کہا ”آقا کا حکم سر آنکھوں پر“ یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے لوگوں نے دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی“ انا للہ وانا الیہ راجعون

<u>مقبرۂ فردوسی:</u>　پچھلے سفر کے دوران امام غزالیؒ کے مزار سے نکل کر ایک فرلانگ پر واقع فردوسی کے مزار پر بھی

فاتحہ پڑھنے کا موقع ملا۔ فردوسی کا مقبرہ ایک خوبصورت دلکش باغ میں واقع ہے۔ جس میں سبزہ زار، رنگا رنگ پھولوں کی کیاریاں اور بیچ میں ایک بڑا مصفا پانی کا حوض ہے۔ یہ مقبرہ جو چہار گوشہ مینار والے عمارت کے اندر ہے شہنشاہ ایران رضا شاہ نے ۱۳۵۳ھ میں بنایا۔ قبر عمارت کے تہہ خانے میں ہے جس تک پہنچنے کے لئے خوبصورت سنگ مرمر کی سیڑھیاں تعمیر کی گئی ہیں اور تہہ خانے کے چھت پر شیشے کا نفیس کام کیا گیا ہے۔ دیواروں پر شاہنامہ فردوسی کے زندہ جاوید کرداروں رستم اور سہراب کو مرمریں مجسموں کی صورت میں رکھا گیا ہے۔ شیخ سعدی، شیرازی اور حکیم عمر و خیام کے مجسمے بھی دیواروں کے ساتھ نظر آئے۔ فردوسیؒ کا مرقد سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے جس کے سرہانے یہ عبارت "بنام خداوند جاں وخسرو ایں مکان فرخندہ آرام گاہ است وگویندگان فارسی زبان وسرائندہ داستانہائے ملی ایران، حکیم ابوالقاسم فردوسی طوسی است کہ سخنان او زندہ کنندہ کشور ایران ومزار او در دل مردم ایں سرزمین جادوان است تاریخ تولد قمری ۳۲۳، تاریخ وفات قمری ۴۱۱ تاریخ بناء آرام گاہ ۱۳۵۳ھ" یہاں فردوسی کو سادہ کپڑوں میں ملبوس سر پر بڑا سا پگ بندا ہوا مجسمے میں دکھایا گیا تھا۔ فردوسی ایران کے عظیم شاعر کا تخلص ہے جس نے شاہنامہ میں ایران قدیم کی تاریخ نظم کر کے اس کی عظمت گزشتہ کو واضح کیا۔ موصوف کی کنیت ابوالقاسم ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ تاہم اس کے والد کے نام پر تذکرہ نویسوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ البنداری الاصفہانی نے اس کا نام حسن بن منصور لکھا، حمد اللہ مستوفی نے تاریخ گزیدہ میں حسن بن علی اور دولت شاہ نے تذکرۃ الشعراء اور آتش کدہ میں حسن بن اسحٰق بن شرف شاہ لکھا۔ ان میں پہلا قول راجح قرار دیا جاتا ہے۔

فردوسی علاقہ طوس میں طائران کے قریب ایک گاؤں باژ کا رہنا والا تھا۔ اس کا باپ زمیندار تھا فردوسی کی سن ولادت کا حتمی تذکرہ بجز لوح مرقد کے کسی نے نہیں کیا۔ تاہم اس نے شاہنامہ ۴۰۰ھ ۱۰۰۹ء میں مکمل کیا۔ خود فردوسی کا قول ہے کہ

زہجرت شدہ پنج ہشتاد بار نوشتم من ایں نامہ شاہوار

ایک دوسرے شعر کی رو سے وہ اس وقت 71 برس کا تھا تو گویا اس کی پیدائش کا سن 329ھ بمطابق 940ء بنتا ہے۔ تاہم لوح مرقد پر ۳۲۳ ہی نوشتہ ہے۔ فردوسی نے شاہنامہ کو ۳۵ سال کی محنت شاقہ کے بعد مکمل کیا اس کیلئے اسے بخارا، مرو، بلخ اور ہرات کے اسفار کرنے پڑے۔ وہ جہاں جہاں جاتا اور جس جس سے ملتا اسی جستجو میں مصروف رہتا کہ کچھ معلومات حاصل کر لے اس دوران اسے اپنے ایک دوست کے ہاں ابومنصوری کا شاہنامہ ملا جو منثور تھا۔ فردوسی نے اسی وقت سے اسے نظم کرنا شروع کر دیا۔ تاہم جدید شاہنامہ صرف ابومنصوری کے شاہنامے کا نظم نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی فردوسی نے اپنی طبع ذوق کے مطابق گرد و پیش کے واقعات دیگر کتابوں سے اس میں نظم کئے۔

فردوسی نے معاشی طور پر نہایت پریشان زندگی گزاری۔ اس کی دلیل مؤرخین کی وہ بات ہے جس میں کہا گیا ہے کہ فردوسی کی ایک بیٹی تھی جس کے بارے میں اس کا خیال یہ تھا کہ شاہنامہ مکمل کرنے پر انعام وصلہ ملے گا تو اس سے اس بیٹی کا جہیز تیار کروں گا۔ فردوسی شاہنامہ کے تکمیل کے آخری مراحل کے دوران غزنی میں مقیم تھے جہاں

وہ مختلف وقتوں میں شاہنامے کے حصے سلطان محمود غزنویؒ کو سناتا اور دادِ سخن پاتا۔ کہتے ہیں کہ سلطان محمود غزنویؒ نے شاہنامہ کی تکمیل پر فردوسی کو وہ انعام واکرام نہ دیا جس کا وہ مستحق اور متمنی تھا۔ اسی بناء پر اس نے غزنی کو خیرآباد کہہ کر چھوڑ دیا۔ شاہنامہ میں حکومت کے قوانین وضوابط، تدابیر جنگ، تیراندازی، اسلحہ جنگ، رسم ورواج، اور درباداری کے مراسم وغیرہ پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ قدیم ایران کے متعلق ایک اہم دستاویز ہے۔

شاہنامہ اللہ تعالیٰ کے حمد وثنا سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد عقل ودانش کا بیان اور پھر رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا ذکر ہے۔ اس کے بعد شاہنامہ کے فراہم کرنے کا بیان ہے۔ شاہنامہ کے پچاس فصلیں ہیں۔ ہر فصل ایک بادشاہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل شاہنامہ کا مصنف کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اہل ایران فردوسی کو اپنا سب سے بڑا قومی شاعر تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے ہاں علامہ اقبالؒ کا تصور ہے۔ فارسی ادب پر اس کا بڑا احسان ہے۔ فردوسی کے مقبرے کے قریب یہ اشعار نظر سے گزرے:

نمیرم ازیں پس کہ من زندہ ام — کہ تخم سخن راپراگندہ ام
بہرآں کس کہ دارد ہُش ورائے ودین — پس از مرگ بر من کند آفرین

پُر سجع کلام: گزشتہ سفر کے حالات سے نکل کر دوبارہ اپنے مقصود (موجودہ سفر) کی طرف آؤں گا۔ رات دیر تک مجلس قائم رہنے کے بعد مجلس کا اختتام نماز عشاء کی باجماعت ادائیگی پر ہوا۔ 11:30 ہم آرام کیلئے اپنے پُرانے مسکن کی طرف گئے۔ جمعرات ۱۵ رجون ۲۰۰۶ء کو علی الصبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد ہم سب نے رخت سفر باندھنا شروع کیا اسلئے کہ آج ہمیں اس جلسے میں شرکت کیلئے روانہ ہونا تھا جس کیلئے ہم نے اتنا طویل سفر کیا۔ ناشتہ حسب سابق میزبان کے حجرے پر کیا۔ ناشتے کے دوران میں نے علامہ یوسف قرضاوی کی کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے شیخین سے کہا کہ قرضاوی کا کلام بھی پُر سجع اور قافیہ بند ہے۔ اسپر مولانا شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ بعض علماء کو اللہ نے سجع کے ملکہ سے نوازا ہوتا ہے اور ان کا کلام کبھی کبھی غیر اختیاری بھی پُر سجع ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، خطیب اسلام حضرۃ العلامہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دین پور کے مولانا صاحب (مولانا عبدالشکورؒ) اسپر ہمارے میزبان نے کہا کہ ہمارے استاد حضرت مولانا غلام اللہ خان بھی پُر سجع کلام کے بادشاہ تھے

تبرک باثارالصالحین: آج ناشتے کے دسترخوان پر جو موضوع مدار بحث بنی وہ ''تبرک باثار الصالحین'' تھی۔ موضوع کا آغاز اس طرح ہوا کہ میزبان نے مولانا سمیع الحق کو پگڑی باندھتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ آپ کی ٹوپی کافی پرانی اور بوسیدہ ہوچکی ہے اسے بدل دیں۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ کو اس ٹوپی کی قدر وقیمت اور اہمیت کا کیا پتہ؟ یہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہ کی ٹوپی ہے۔ ان کی وفات کے بعد اس ٹوپی کے حصول کے لئے بہت سارے لوگوں نے ہاتھ پیر مارے لیکن حق بحق دار رسید۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ ان کے علمی، دینی اور روحانی جانشین ہیں۔ سو اس کے حقدار بھی وہی ٹھہرے۔ قارئین کے علم کے لئے بتاتا چلوں کہ یہ سبز رنگ کی ترکستانی ٹوپی ہے

جسے جدمکرم رحمہ اللہ آخری عمر میں پگڑی کے نیچے استعمال کرتے ،اور وفات کے وقت بھی سر پر پہنے ہوئے تھے۔اس ٹوپی کے اندر تعویزات ہیں جوزیادہ تر حضرتؒ نے اپنے لئے تجویز کر کے خود قلمبند کئے۔یقینی طور پر تو نہیں البتہ غالب گمان ہے کہ اس میں حضرت مدنیؒ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اور بعض دیگر اجلّہ علماء اور صوفیاء کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تعویزات بھی ہیں۔ان کی زندگی میں آپ کے حلقۂ احباب اس ٹوپی کی اہمیت کو سمجھ بیٹھے تھے۔اس لئے ان کی وفات کے بعد بہت سارے لوگوں کی خواہش وتمنا اس کے حاصل کرنے کی تھی۔اب مولانا سمیع الحق صاحب بھی اس ٹوپی کو خود سے کبھی جدا نہیں کرتے۔کبھی سر پر رکھنا بھول گئے اور طویل سفر کرنے کے بعد یاد آگئی تو گھنٹوں طے شدہ سفر منقطع کر کے دور دراز سے واپس آکر ٹوپی ساتھ لے کر گئے۔

شیخ الحدیث قدس سرہ کی ٹوپی کی چوری اور چوروں کی بے چینی: ایک دفعہ دس بارہ برس قبل ایک شخص اس ٹوپی کو مولانا سمیع الحق کے مہمان خانے سے لے اُڑا،اس پر مولانا بہت مغموم اور پریشان تھے۔مہینہ بھر گزرنے کے بعد صوابی کا ایک عالم دین مولانا روح الامین بجلی گھر ثانی مرحوم نے اس ٹوپی کو لاکر کہا کہ اس ٹوپی کی پوری داستان تو بعد میں سناؤں گا کہ یہ مجھ تک کس طرح پہنچی۔لیکن پہلے آپ اسکی منہ مانگی انعام کی حامی بھریں۔مولانا سمیع الحق نے اسے کہا کہ جو مانگتے ہو مانگو میں،دوں گا لیکن یہ ٹوپی مجھے لاکر دے دو۔مولانا سمیع الحق نے اسے منہ مانگا انعام کئی کلاشنکوفوں کی شکل میں دے کر ٹوپی وصول کرلی۔پھر موصوف نے سارا قصہ سنایا کہ میرے پاس یہ ٹوپی دو تین چور اور لٹیرے لائے۔انہوں نے مجھے بتایا کہ اس ٹوپی نے ہمیں کئی دن سے سختی اور عذاب میں ڈال رکھا ہے ہم ہر وقت بے چین رہتے ہیں،ہم نے اسے علاقہ گدون یا صوابی میں ایک سوتے ہوئے شخص کے سرہانے سے اُڑایا اس میں بٹوا،اور کچھ روپے بھی تھے جو ہم نے لے لئے اور اس ٹوپی کو ایک ویرانے میں پھینک آئے۔لیکن جب واپس ہوئے تو مسلسل ہمارے دل ودماغ پر یہ ٹوپی مسلط رہی۔آخر تنگ آکر ہم نے اسے ویرانے میں دفن کردیا۔پھر بھی ہمیں چین نہ آیا تو سوچا کہ اس ٹوپی میں ضرور کوئی بات ہے۔لہٰذا اسے کسی عالم دین کے سپرد کردینے کا خیال آیا اور اب اس طرح آپ تک پہنچے ہیں۔مولانا روح الامین بجلی گھر ثانیؒ اس ٹوپی کو حضرت شیخ الحدیثؒ کے سر پر اور بعد میں مولانا سمیع الحق کے سر پر بارہا دیکھ چکا تھا۔سو وہ اسے مولانا سمیع الحق کے پاس لے آیا۔حق بحق دار رسید

ہمارے میزبان فاضلی نے کہا کہ اب تک تو مجھے اسکی قدر واہمیت کا پتہ نہیں تھا اب معلوم ہوا تو اب میں اسے ضرور چراؤں گا اسلئے کہ یہ ہمارے شیخ کی ٹوپی ہے،میں نے انہیں کہا کہ پھر آپ بھی ان چوروں کی طرح بے چین ہونگے اور خود ہی آکر پاکستان پہنچا ئینگے مولانا شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بڑی بابرکت ٹوپی ہے افسوس کہ بعض لوگ تبرک سے انکار کرتے ہیں نہ معلوم کہ وہ لوگ کس طرح ان روایات سے صرف نظر کرتے ہیں جن سے تبرک ثابت ہے

چند کھجوروں میں برکت: مولانا سمیع الحق نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں تھوڑی سی کھجوریں لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ

انہیں اپنے تھیلے میں رکھ لو جب اس میں سے لینے کا ارادہ کرو تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو اور اس کو جھاڑ کر بالکل خالی مت کرنا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور برسوں اس میں سے خرچ کرتا رہا۔ اس میں سے کھجورے نکال کر فروخت کر کے ان کی قیمت سے اللہ کی راہ میں سواریاں بھیجیں اور کھاتا بھی رہا۔ اس تھیلے کو میں اپنی کمر سے باندھے رکھا کرتا تھا حتی کہ جس روز حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو وہ تھیلا گر کر کہیں ضائع ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے روز حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے وللناس همٌ ولي همان هم الجراب وهم الشيخ عثمانا،

''میرا غم دوہرا ہے جب کہ لوگوں کا ایک، ایک تو جراب مبارک کی گمشدگی اور دوسرا شیخ عثمان کی جدائی (دونوں نا قابل برداشت)'' تقریباً ۲۵ برس تک حضرت ابو ہریرہؓ اس سے فائدہ اٹھاتے رہے۔

موئے مبارک: مولانا شیر علی شاہ نے اس پر اضافہ فرماتے ہوئے کہا کہ اسی طرح ہارون الرشید کے ایک وزیر کے ساتھ رسول اقدس ﷺ کا موئے مبارک تھا وہ ہزاروں دینار اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس کا دیدار کرتا اور جان سے بڑھ کر اس کی حفاظت اور خیال رکھتا۔ ایک دن اس نے ہارون الرشید سے کہا کہ آقا آپ کی جو خدمت ہو میں بجالانے کیلئے تیار ہوں ہارون الرشید نے اسے کہا کہ تم میری خدمت بجا نہیں لا سکتے اس پر وزیر نے کہا کہ میں سر تن کی بازی لگا سکتا ہوں آپ کچھ کہہ کر تو دیکھیں؟ ہارون الرشید نے اس موقع پر اس وزیر سے رسول اقدس ﷺ کا وہ موئے مبارک طلب کیا۔ چونکہ وزیر اس سے قبل سب کچھ کر گزرنے کا وعدہ کئے ہوئے تھا اسلئے چارو ناچار اسے یہ موئے مبارک دینا پڑا۔ ہارون الرشید نے اس وزیر سے کہا کہ یہ موئے مبارک میں نے اس لئے حاصل کیا ہے کہ جب میں مر جاؤں تو اسے میری آنکھوں میں رکھ دیا جائے تا کہ اس طرح میں عذاب سے بچ سکوں اور کہا وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم۔

نعلین مبارک: مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ حضرت انسؓ نے رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک اپنے ساتھ محفوظ رکھے تھے اور کبھی کبھی وہ اسے نکال کر شاگردوں کو دکھاتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین ہیں۔ وہ نعلین آپ ﷺ کے قدمین مبارک سے مس ہوئے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اسے دل وجان سے لگا کر رکھتے تھے اور اس سے رسول اللہ ﷺ کی یادیں تازہ کرتے تھے۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب نے اس پر مزید فرمایا کہ اگر کسی عورت کا بچہ مر جائے تو مدتوں بعد بھی ماں اپنے بچوں کے کپڑے نکال کر اسے سونگھتی ہے اور اسمیں اپنے بچے کی خوشبو پاتی ہے۔ اسی کو عشق ومحبت کہتے ہیں۔ واذا قيل للمجنون ارض اصابها غبار ثرى ليلى لجد واسرعا

لعل يرى شيئا له نسبة بها يعلل قلبا كان ان يتصدعا

تبرک کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہم اسے مؤثر اور خالق و مالک وقادر سمجھتے اور مانتے ہیں بلکہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس چیز سے محبت رکھے جس سے محبوب کا تعلق ہو۔

ناچیز نے کہا کہ امام احمد ابن حنبلؒ بھی رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کو اپنے آستین کے جیب میں ہمیشہ محفوظ رکھتے تھے اور کہتے کہ جب میں مر جاؤں تو یہ میری آنکھوں میں رکھا جائے فتنہ خلق قرآن کے دوران جب انہیں بغداد کے

چوک میں کوڑے مارے جا رہے تھے تو اس دوران بھی آپ اپنی نگاہیں آستین میں رکھے ہوئے موئے مبارک کی طرف بار بار لے جاتے۔ اسلئے کہ انہیں خدشہ تھا کہ یہ گر جائیگا۔ اسی کو وہ اپنے لئے اثاثہ اور قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے۔

متبرک تابوت: میں نے بات بڑھاتے ہوئے کہا کہ ہم نے آپ سے تفسیر میں سنا ہے کہ جب حضرت شموئیل علیہ السلام نے طالوت کو سردار اور بادشاہ بنایا گیا تو لوگوں نے اس کی غربت کی وجہ سے اس پر اعتراض کیا کہ اسے کیوں ہمارا حاکم بنایا گیا ہے؟ تو لوگوں کو مطمئن کرنے کیلئے بتایا گیا کہ یہ من جانب اللہ مقرر ہوئے ہیں۔ اور اس کی نشانی اور دلیل وہ تابوت ہے جس میں تبرکات ہیں۔ ان آیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک ال موسیٰ وال ھرون۔ اس تابوت میں موسیٰ علیہ السلام کی عصا حضرت ہارون علیہ السلام کی پگڑی اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات تھے۔ اس تابوت کی برکت یہ تھی کہ یہ جس کے پاس ہوتا تو وہ فتح یاب ہوتا۔ اس تابوت کو مسلمانوں سے عمالقہ نے قبضہ کیا اور پھر اس کی بے ادبی کر کے جان چھڑانے کیلئے اسے بیل گاڑی میں لادا اور پھر اسے فرشتے حضرت طالوت کی نشانی کے طور پر لائے۔

تبرکات کے بحث نے کافی طول پکڑا اس دوران ہمارے میزبان نے تنباد جانے کی تیاریاں مکمل کیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر گیارہ بجے ہم سب ساتھی گاڑیوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔

احاطہ امام رضا کا انڈر گراؤنڈ وسیع پارکنگ اور بیرونی منظر: مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ ہم تو مشھد کے تاریخی مقامات مرقد امام رضا اور مسجد گوہر شاد پہلے دیکھ چکے ہیں تاہم مولوی صاحب حسین پہلی دفعہ آئے ہیں۔ لہذا مشھد نکلنے سے قبل اسے مسجد گوہر شاد اور مرقد امام رضا دکھانا ضروری ہے۔ ڈرائیور سے کہا کہ پہلے وہیں چلیں۔ 11:30 بجے ہم مرقد امام رضا کے انڈر گراؤنڈ پارکنگ ایریا پہنچے یہ نہایت ہی وسیع وعریض انڈر گراؤنڈ پارک تھا۔ جس کی مزید تعمیر اور توسیع بھی جاری تھی۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب نے دیکھ کر بڑا تعجب فرمایا اور کہا کہ یہ تو گویا حرم شریف کے انڈر گراؤنڈ پارک کا نقشہ ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ حضرت آپ نے چالیس برس قبل دوران سفر حج مرقد امام رضا دیکھا تھا اب تو یہاں کا نقشہ کچھ اور ہے۔ ہم اوپر جا کر دیکھیں گے تو آپ کے تعجب میں اور بھی اضافہ ہوگا۔ زیر زمین پارکنگ سے اوپر جانے کے لئے خودکار سیڑھیاں چل رہی تھیں۔ اوپر پہنچے تو دور دور تک وسیع وعریض میدان نظر آ رہا تھا جس کے آخری سرے پر بلند و بالا میناروں والی قدیم عمارتیں مسجد گوہر شاد اور درگاہ امام رضا نمایاں تھے۔ ہمیں میزبان نے بتایا کہ اس طرح کے وسیع وعریض پانچ صحن امام رضا کے مرقد کے ارد گرد تعمیر کئے گئے ہیں تاکہ زائرین کو رش کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ صحن کے ایک کونے پر ہم سب ساتھیوں نے وضوء بنایا۔ بیت الخلاء اور وضوء کیلئے یہاں بہترین انتظامات کئے گئے تھے۔ ناچیز نے کتابوں میں اہل تشیع کا پاؤں پر مسح کرنے کے بارے میں پڑھا تو تھا لیکن آج اسے عملاً دیکھنے کا موقع ملا۔ چونکہ ہم اہل سنت تھے اس لئے پاؤں دھوئے۔ ارد گرد کے اہل تشیع ہمارے اس فعل کو تعجب سے گھورتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ مرقد امام رضا سے قبل ہم مسجد گوہر شاد دیکھنے کے لئے داخل ہوئے۔

مسجد گوہر شاد: گوہر شاد بیگم امیر تیمور کے بیٹے مرزا شاہ رخ کی بیوی ان نامور خواتین میں سے ہے جن کا تدبر

اپنے زمانے میں ضرب المثل تھا۔تمام ماخذ کے رو سے ان کا نام علم وفن کے عظیم قدر دانوں میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ شاہ رخ کے تخت نشینی کے بعد اس نے مشہد کو خوبصورت بنانے کے لئے بڑی کوشش کی اس کی بیوی گوہر شاد بیگم نے بادشاہ کے نیک عزم کی تکمیل میں بڑی عالی ہمتی اور بلند نظری کیساتھ ان کا ساتھ دیا۔اس نے یہاں علی ابن موسیٰ الرضا کے قبے کے نزدیک عالیشان مسجد جامع تعمیر کروائی جو اپنے فنی کمال کے ساتھ آج موجود ہے۔اس کا شمار دنیا کی عمدہ ترین مساجد میں ہوتا ہے۔۸۲۱ھ مطابق ۱۹-۱۴۱۸ء کو یہ مسجد مکمل ہوئی۔مسجد کے دروازے کے محراب پر ملکہ کے بیٹے مرزا بایسنغر کے ہاتھ کا خط ثلث کا کتبہ ہے جس کے آخر میں لکھا ہے کتبہ راجیا الی اللہ بایسنغر بن شاہ رخ بن تیمور گورگان فی ۸۲۱ھ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا کنبہ بڑا با ذوق تھا مسجد جامع کا فنی حسن بے نظیر سمجھا جاتا ہے۔راھنمائی مشہد میں لکھا ہے کہ بدون شک جامعی است کہ ہیچ یک از مساجد ایران با آن نمیتو اند سر برابری داشتہ باشد۔ہیچ وقت از نماز گزار و عبادت کنندہ خالی نیست، گوہر شاد آغا ہمسر مرزا شاہ رخ پسر تیمور با این اقدام نام خود در تاریخ عالم اسلام مخلد وجاویداں ساختہ است، مسجد گوہر شاد از جنبہ قدمت تاریخی وزیبائی ساختماں وظرافت بنا وکاشیھائے نفیس وقیمتی کہ دارد یکی از جالب توجہ تریں بناھای مذہبی اسلام بشمار میرود۔

احاطہ امام رضا میں مسجد کے علاوہ گوہر شاد نے دو بڑے ایوان بھی تعمیر کرائے تھے جو دار الحفاظ اور دار السیادت کے نام سے مشہور ہیں۔یہ بھی نفیس کاشی کاری سے مزین ہے۔اگر چہ مسجد گوہر شاد قانونی طور پر درگاہ سے علیحدہ ہے لیکن حقیقت میں اس سے مربوط ہے۔اس کا جنوبی صحن مرقد رضوی میں محسوب ہوتا ہے۔اور اس کے باعث ان صحنوں کا حسن وجمال ووقار اپنی انتہاء کو پہنچ گیا ہے۔مسجد گوہر شاد میں ایک محراب شیشے کے شوکیس کے اندر رکھا ہوا نمایاں نظر آرہا تھا ہمارے میزبان نے ہمیں بتایا کہ یہ منبر اہل تشیع نے امام مہدی کے لئے رکھا ہے کہ وہ تشریف لا کر اس منبر پر بیٹھ کر وعظ وخطاب فرمائیں گے۔واللہ یعلم وانتم لاتعلمون۔

<u>مرقد امام رضا:</u> مسجد گوہر شاد سے نکل کر ہم مرقد امام رضا کی طرف بڑھے۔مسجد گوہر شاد سے امام رضا کی مرقد تک زائرین کے چلنے اور بیٹھنے کیلئے صحن میں سرخ قیمتی ایرانی قالین بچھائے گئے تھے۔ہمیں باہر صحن ہی سے اندر بہت زیادہ رش ہونے کا اندازہ ہو چلا۔زائرین میں چھوٹے بڑے مرد، عورت، جوان، بوڑھے، تعلیم یافتہ، سادہ دل دہقان اور غریب چرواہے غرض ہر طبقے کے لوگ شامل تھے۔امام رضا کے مزار کے عین اوپر کے گنبد کی بیرونی سطح پر اور محراب نما دروازوں پر سونے اور چاندی کا کام ہوا ہے۔شاید ہی کوئی عمارت ایسی ہو جس کی تعمیر وتزئین میں اتنا سونا چاندی اور شیشہ استعمال کیا گیا ہو جتنا کہ یہاں ہوا ہے۔اس کا سنہری گنبد اور جاذب نظر مینار سارے شہر کی فضاء پر چھایا ہوا تھا۔ہر دور میں احاطہ مرقد امام رضا میں نت نئے اور بیش بہا اضافے ہوتے رہے۔تیموریوں نے اس کے حسن اور دلکشی کو بڑھایا تو صفوی خاندان کے شاہ طہماسپ اول اور عباس اعظم نے اس کی تعمیر وترقی میں نمایاں کردار انجام دیا۔پہلوی حکومت نے بھی اس کی رونق بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔انقلاب کے بعد تو شاید اس کی تعمیر وترقی کے لئے ایک مستقل وزارت قائم کی گئی ہے۔......ظہر کی نماز کا وقت قریب تھا اس لئے زیادہ تر لوگوں نے صف بندی بھی کر لی تھی

جس کی وجہ سے اندر پہنچنے میں ہمیں کافی دقت اور مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم مسجد گوہر شاد کے عقب کی طرف سے مزار کے احاطے میں داخل ہوئے تھے اسلئے ہمیں اندر پہنچ کر دائیں طرف مڑ کر مشہد امام رضا پہنچنا تھا۔ یہاں رش اتنی تھی کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی اس لئے میں آگے بڑا اور شیخین کے لئے راستہ بناتے ہوئے پہلے مرقد امام رضا پہنچا۔ سینکڑوں لوگ قبر سے لپٹے ہوئے آہ وبکا کر رہے تھے۔ بیسوں چیختے ہوئے دعائیں مانگ رہے تھے۔ اور درجنوں قبر کی جالی کے بے تحاشہ بوسے لے رہے تھے۔ کئی لوگ قرآن خوانی کرر ہے تھے۔ اور کئی کتابچے کی مطبوعہ دعائیں پڑھ رہے تھے۔ امام رضا کے قبر کی سطح زمین سے تقریباً چار پانچ فٹ اونچی تھی۔ اور اس کے ارد گرد سنہرا جالی نما خول بنایا گیا تھا۔ قبر دیکھنے کیلئے جالی کے اندر جانکنا پڑا۔ افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ یہاں بہت سارے لوگ خدا اور خدا کی خدائی کو چھوڑ کر امام رضا کو پکار رہے تھے اور اس سے اپنی دلی مرادیں پورا کروانے کے طالب تھے۔ حتی کہ بعض لوگ تو قبر کے ارد گرد خانہ کعبہ کے طرز پر طواف میں بھی مشغول نظر آئے۔ ویسے بھی تو اس کا نام حرم شریف کی طرح حرم مشہد رکھا گیا ہے۔ اس مقام پر یہ تمام چیزیں قابل فکر وغور اور محل نظر ہیں۔ وطن عزیز میں بھی اولیائے عظام کے مزارات پر غیر شرعی رسومات کی بھرمار ہے۔ بعض مقامات پر تو سرِ عام سجدے اور طواف ہوتے ہیں۔ علماء کرام کو اس کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے ورنہ تو اس سے شرک کا ایک بہت بڑا دروازہ کھل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک ویغفر مادون ذلک لمن یشاء۔

<u>مرقد ہارون الرشید:</u> یہاں ہر شخص صرف امام رضا کے فاتحے اور زیارت کیلئے آرہا تھا لیکن شاید بہت کم لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہی دنیائے اسلام کے عظیم خلیفہ ہارون الرشید کا مرقد بھی ہے۔ عباسی حکمرانوں میں خلیفہ ہارون الرشید کا عہد بہت شاندار تھا۔ یہ نامور خلیفہ بمقام رے پیدا ہوا جس کے والد کا نام مہدی اور والدہ کا نام خزران تھا۔ ہارون الرشید کی تعلیم وتربیت کا خاص اہتمام اس طور پر کیا گیا کہ ہر فن کے مجتہدین ہارون الرشید کو جدا جدا پڑھاتے تھے۔ علامہ سیوطیؒ نے نقل کیا ہے کہ آج تک کسی بادشاہ نے حصول علم کے لئے سوائے خلیفہ ہارون الرشید کے سفر اختیار نہیں کیا۔ ہادی کے انتقال کے بعد شنبہ کی رات ۱۶ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں ہارون الرشید تخت خلافت پر جلوس فرما ہوا۔ اس رات کا عجیب واقعہ یہ ہے کہ ایک خلیفہ نے وفات پائی، دوسرا مسند خلافت پر بیٹھا اور تیسرا خلیفہ (مامون الرشید) پیدا ہوا۔ فتوحات کے لحاظ سے ہارون الرشید کا زمانہ بہت مشہور ہے۔ اہل روم نے جب ایرینی کے بجائے نقفور کو شہنشاہ بنایا تو اس نے ایک خط کے ذریعے وہ تمام رقم واپس دینے کا مطالبہ کیا جو کہ انہوں خراج کے طور پر مسلمانوں کو ادا کیا تھا۔ اس پر نقفور کے نام جو جوابی الفاظ ہارون الرشید نے قلم بند کئے وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے گئے ہیں اور وہ یہ تھے

من ھارون امیر المؤمنین الی نقفور کلب الروم قد قراءت کتابک یا ابن الکافر والجواب ماتراہ دون ما تسمع،

چنانچہ ہارون نے اسی وقت فوجی تیاری کر کے لشکر جرار لے کر حملہ آور ہوا۔ اور نقفور کو متواتر شکستیں دیں۔ رومی شہنشاہ نے مجبور ہو کر آخر کار صلح کی۔ ہارون الرشید میں وہ تمام خصائل مجتمع تھے جو ایک پاک باز اور دین دار بادشاہ میں ہونے

چاہئے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں "ہارون الرشید میں جس قدر خوبیاں جمع تھیں وہ کسی دوسرے فرمانرواں کو نصیب نہیں ہوئیں۔" وہ روزانہ فرائض کے علاوہ سو رکعتیں نفل پڑھ کر سوتا تھا۔ ہر دوسرے سال حج کو جایا کرتا تھا۔ یا تین صد اشخاص کو اپنی جیب خاص سے رقم ادا کر کے حج کو بھیجتا تھا۔ غیر مسلموں کیخلاف جہاد کرنے میں اسے بڑا مزا آتا تھا۔

اس کے مزاج میں نرمی بہت تھی ذرا سی نصیحت کی بات سنتا تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔ ایک بار مشہور عالم ابن سماکؒ اس کے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے ہارون کو پیاس لگی پانی لایا گیا لیکن جیسے ہی منہ لگانا چاہا ابن سماکؒ نے روک کر پوچھا کہ سچ سچ بتایئے اگر یہ پانی آپ کو نہ ملے تو شدت پیاس میں آپ اس پانی کو کس قیمت تک خرید سکیں گے؟ ہارون نے کہا آدھی سلطنت سے، اس کے بعد جب پانی پی چکا تو پھر ابن سماکؒ نے پوچھا کہ اگر یہ پانی بدن میں رُک جائے اور کسی طرح نہ نکل سکے تو علاج پر آپ کتنا خرچ کر سکتے ہیں؟ ہارون نے کہا کہ باقی کی تمام سلطنت دے کر۔ یہ سن کر ابن سماکؒ نے کہا کہ جس بادشاہت کی قیمت ایک گلاس پانی سے بھی کم ہو وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کے لئے خون کا ایک قطرہ بھی بہایا جائے۔ اس پر ہارون الرشید اتنا رویا کہ اس کی ہچکی بند ہوگئی۔

ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے دجلہ سے ایک نہر مکہ مکرمہ تک کھدوائی جس سے حرمین شریفین میں پانی کی تکلیف دور ہوگئی۔ یہ نہر آج تک نہر زبیدہ کے نام سے مشہور ہے جس کے آثار آج بھی مکہ کے باہر منیٰ اور عرفات کی طرف نظر آتے ہیں۔ ہارون الرشید کے زمانے میں امام ابو یوسفؒ کے ہاتھوں حنفی فقہ کی تدوین کا سلسلہ تکمیل کو پہنچا۔ ہارون کے عہد کے ممتاز علماء میں سے امام مالک ابن انس، امام لیث ابن سعد، امام ابو یوسف، امام شافعی، عیسیٰ بن یونس، ابراھیم موصلی اور کسائی شیخ النحو رحمہم اللہ نے اپنی علمی کارناموں کے باعث بہت زیادہ شہرت حاصل کی۔

۲۳ برس کی سلطنت کے بعد ۱۹۳ھ میں ہارون الرشید نے مشہد میں اسی مقام پر وفات پائی اور مدفون ہوئے۔ جہاں آج لوگ دنیا بھر سے امام رضا کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

ایک شاعر دعبل نے جو اہل بیت کا مداح اور خلفائے بنی عباس کا نہایت دشمن تھا اس پر ایک ظرافت آمیز ہجو لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے

ماینفع الرجس من قرب الذکی ولا
علی الذکی بقرب الرجس من ضرر

مجھے اس ہجو سے غرض نہیں فقط ناظرین کو بتانا ہے کہ یہ دونوں حضرات ایک مقام پر دفن ہیں۔ شاید اہل تشیع یہاں ہارون کی نام کی تختی لگانا مناسب نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اس عمل سے تاریخی حقیقت کو تو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

پچھلے دورۂ ایران کے دوران ہمیں مزار سے ملحق قدیم مرکزی لائبریری اور میوزیم دیکھنے کا موقع بھی ملا تھا۔ اس کا تھوڑا بہت ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

<u>گنجینۂ قرآن:</u> گنجینۂ قرآن کے نام سے ایک شعبے میں قدیم قلمی قرآن پاک کے پانچ ہزار نسخے محفوظ کئے گئے ہیں۔ جزئی اور تفصیلی طور پر تو اسے دیکھنے کیلئے کافی وقت درکار تھا تاہم ہمیں یہاں قدیم قلمی قرآن پاک کے نسخوں سے آنکھوں کو منور کرنے کے لئے ایک گھنٹہ ملا۔ یہاں ہم نے حضرت سیدنا امیر المؤمنین علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کے

مبارک ہاتھوں سے لکھے ہوئے قرآن پاک کے نایاب نسخے ملاحظہ کیے۔ایک قلمی قرآن پاک ایسا بھی نظر سے گزرا جس کی خصوصیت یہ تھی کہ اگر صفحہ کی ابتداء میں ''د'' سے ہوئی ہے تو اس کی انتہائی لائن بھی ''د'' سے شروع تھی۔اسی طرح اگر کسی صفحے کا تیسرا لائن ''ل'' سے شروع تھا تو آخر کی طرف سے تیسری لائن بھی ''ل'' سے شروع تھا۔اگر صفحے کی چوتھی لائن ''ذلک'' سے شروع تھی تو آخر کی طرف سے چوتھی لائن بھی ''ذلک'' سے شروع ہوتی تھی۔اس شعبے میں بیضاوی، کشاف، جلالین، مدارک وغیرہ تفاسیر کے قلمی نسخے بھی اہتمام کے ساتھ رکھے گئے ہیں۔یہاں ظہیرالدین بابر کے ایجاد کردہ خط سے لکھا ہوا قرآن بھی موجود ہے۔

<u>قالین میوزیم:</u> قالین بانی میں ایران دنیا بھر میں ضرب المثل ہے۔اس شعبے میں قدیم قالین محفوظ کیے گئے ہیں۔یہاں ایک قالین جو تقریباً 10 فٹ چوڑا اور 12 فٹ لمبا تھا پر مکمل سورۃ رحمٰن مختلف رسم الخطوں کے ساتھ فریم نما چوکٹوں میں لکھی گئی تھی۔اس شعبے میں احاطۂ امام رضا کا مکمل پلاٹینم سے بنا ہوا ماڈل بھی دیکھا۔جابجا زیورات سے مزین طاقچوں میں ناصرالدین شاہ قاچار کا نشان وتمغہ اور نادر شاہ کی مرصع تلوار، گراں بہا موتیوں کے ہار، اور آرائشی اشیاء رکھی ہوئی ہیں۔اور بھی بے شمار قابل دید اشیاء ہیں جن کی تفصیل کے لئے دفتر چاہیے۔

<u>ہدایا راہبری:</u> میوزیم کے اس شعبے میں دنیا بھر کے بادشاہوں کی طرف سے جو تحائف اس درگاہ کے لئے بھیجے گئے ہیں وہ اہتمام کے ساتھ رکھے گئے ہیں۔غالباً ہمارے سابقہ صدر غلام اسحٰق کا بھیجا ہوا کوئی ہدیہ بھی یہاں پڑا تھا۔

<u>کتب خانہ رضوی:</u> کتب خانے کے دروازے پر یہ اشعار کندہ نظر آئے:

اگر ہست مرد از ہنر بہرور ہنر خود بگوید نہ صاحب ہنر
علم از بہر دین پروردن است نہ از بہر دنیا خوردن است

یہ کتب خانہ ایک نہایت ہی گراں بہا علمی اور ثقافتی سرمایہ ہے۔اس کتب خانے میں گیارہ سو سالہ قدیم کتب محفوظ ہیں۔یہاں تقریباً چالیس ہزار سے زیادہ قلمی کتب، دوملین مطبوعہ کتب اور بیس ہزار تین سو سے زائد اخبارات وجرائد، حکم نامے، قرضوں کے لین دین سے متعلق کاغذات، سرکاری خطوط، اور اس درگاہ کے متعلقہ بیس ہزار دستاویزات محفوظ ہیں۔کتب خانے کے تزئین وآرائش کیلئے مصورانہ خطاطی سے استفادہ کیا گیا ہے۔اس کتب خانے کا تھیٹر ہال اسلامی فن معماری کے مطابق بنا گیا ہے۔

<u>کمپیوٹرائز کتب خانہ:</u> کمپیوٹرائز سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کے جملہ کتابوں کی تفصیلات کمپیوٹر میں جمع کیے گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کتب خانے کے ایک مقام پر بیٹھ کر کمپیوٹر کے ذریعے کتب خانہ میں موجود کتاب کو طلب کرنے کے لئے ماؤس پر کلک کریں تو وہ مطلوبہ کتاب آپ تک ایک ٹریک کے ذریعے خود بخود سات منٹ کے اندر پہنچ آئے۔ فیالعجب اس کتب خانے کی یہی بات ہمارے لیے انوکھی تھی۔شاید دنیا میں بہت کم لائبریریاں اس جدید سسٹم کی حامل ہو۔..................................... (جاری ہے)

مولانا حفظ الرحمٰن پالن پوری

طالب علم اور وقت کی قدر و قیمت

طالبان علوم نبوت کیلئے خصوصاً اپنے دور طالب علمی میں اوقات کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ وقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں ایک گرانقدر نعمت ہے، پگھلتے برف کی طرح آناً فاناً گذرتا رہتا ہے، دیکھتے ہی دیکھتے تیزی کے ساتھ مہینے اور سال گذر جاتے ہیں۔

صبح ہوئی شام ہوئی
عمر یونہی تمام ہوئی

پس وقت کی قدردانی بہت ضروری ہے، وقت کو صحیح استعمال کرنا، بیکار اور فضول ضائع ہونے سے بچانا ازحد ضروری ہے، وقت کو فضول ضائع کردینے پر بعد میں جو حسرت و پچھتاوا ہوتا ہے وہ ناقابل تلافی ہوتا ہے۔ سوائے ندامت کے اس کے تدارک کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ جو لمحہ اور گھڑی ہاتھ سے نکل گئی وہ دوبارہ ہاتھ میں نہیں آسکتی، لہٰذا عقلمندی کا کام یہ ہے کہ آغاز ہی میں انجام پر نظر رکھے، تاکہ حسرت و پچھتاوے کی نوبت نہ آئے۔

ہے وہ عاقل جو کہ آغاز میں سوچے انجام
ورنہ ناداں بھی سمجھ جاتا ہے کھوتے کھوتے

حدیث میں ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ جب وہ طلوع ہوتا ہو مگر یہ کہ وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! میں ایک نو پید مخلوق ہوں، میں تیرے عمل پر شاہد ہوں، مجھ سے کچھ حاصل کرنا ہو تو کرلے، میں قیامت تک لوٹ کر نہیں آؤں گا۔ دنیا کی تمام چیزیں ضائع ہوجانے کے بعد واپس آسکتی ہیں۔ لیکن ضائع شدہ وقت واپس نہیں آسکتا۔

کہنے والے نے صحیح کہا ہے "اَلْوَقْتُ اَثْمَنُ مِنَ الذَّهَبِ" وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔

ایک عربی شاعر کہتا ہے:

حَيَاتُكَ اَنْفَاسٌ تُعَدُّ فَكُلَّمَا　　　مَضٰى نَفَسٌ مِنْهَا انْقَضَتْ بِهٖ جُزْءٌ

تیری زندگی چند محدود گھڑیوں کا نام ہے، ان میں سے جو گھڑی گذر جاتی ہے، اتنا حصہ زندگی کا کم ہوجاتا ہے۔

لہٰذا وقت کی پوری نگہداشت کرنا چاہئے، کھیل کود میں خرافات میں، ادھر ادھر کی باتوں میں اور لغویات میں قیمتی اوقات کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

حضور اکرم ...... کا ارشاد ہے: "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ" آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی کو چھوڑ دے۔

اس حدیث میں لطیف پیرایہ میں اضاعت اوقات سے ممانعت اور حفاظت اوقات کے اہتمام کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی ہر ایسے قول و عمل اور فعل و حرکت سے احتراز کرے جس سے اس کا خاطر خواہ اور معتد بہ دینی یا دنیوی فائدہ نہ ہو۔

وقت ایک عظیم نعمت ہے وقت اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کی ایک ایک گھڑی اور ہر سکنڈ اور منٹ اتنا قیمتی ہے کہ ساری دنیا بھی اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتی، لیکن آج ہم وقت کی کوئی قدر نہیں کرتے کہ یونہی فضول باتوں میں اور لغو کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک برف فروش سے مجھ کو بہت عبرت ہوئی، وہ کہتا جا رہا تھا کہ اے لوگو! مجھ پر رحم کرو، میرے پاس ایسا سرمایہ ہے جو ہر لحہ تھوڑا تھوڑا ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح ہماری بھی حالت ہے کہ ہر لحہ برف کی طرح تھوڑی تھوڑی عمر ختم ہوتی جاتی ہے۔ اسے پگھلنے سے پہلے جلدی بیچنے کی فکر کرو۔

حضرت مفتی محمود الحسن صاحبؒ کے پاس ایک طالب علم نے آکر کھیل کے متعلق سوال کیا، حضرت نے فرمایا کیوں کھیلتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ وقت پاس کرنے کو کھیلتے ہیں، اس پر فرمایا کہ وقت پاس کرنے کیلئے یہاں آجایا کریں، وقت گذارنے کا طریقہ بتلا دوں گا۔ کتاب دیدوں گا کہ یہاں سے یہاں تک یاد کر کے سنائیں، اس کے بعد فرمایا وقت حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اسے غبار سمجھ کر پھینک دینا بڑی ناقدری ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے اشرفیوں کا ڈھیر کسی کے سامنے ہو اور وہ ایک ایک اٹھا کر پھینکتا رہے۔

تیرا ہر سانس نخل موسوی ہے
یہ جزر و مد جواہر کی لڑی ہے

ہمارے اسلاف اور حفظ اوقات ہمارے اسلاف کی زندگی میں اوقات کی اہمیت اور قدر دانی نمایاں طریقہ پر تھی، کوئی گھڑی اور لحہ ضائع نہیں ہوتا تھا۔ یہی وہ چیز تھی جس نے ان کو اعلیٰ درجۂ کمال پر پہنچایا تھا۔

امام محمد علیہ الرحمہ کے حالات میں لکھا ہے کہ دن ورات کتابیں لکھتے رہتے تھے۔ ایک ہزار تک ان کی تصانیف بتائی جاتی ہیں۔ اپنے تصنیف کے کمرے میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے رہتے تھے۔ مشغولیت اس درجہ تھی کہ کھانے اور کپڑے کا بھی ہوش نہ تھا۔ (انوار الباری)

حضرت مولانا عبدالحئیؒ فرنگی محلی کی جو مطالعہ گاہ تھی، اس کے تین دروازے تھے، ان کے والد نے تینوں دروازوں پر جوتے رکھوائے تھے تاکہ اگر ضرورت کے لئے باہر جانا پڑے تو جوتے کیلئے ایک منٹ، آدھا منٹ ضائع نہ ہو۔

حضرت علامہ صدیق احمد صاحب کشمیری اپنی طالب علمی کے زمانے میں صرف روٹی لیتے تھے، سالن نہ لیتے تھے، روٹی

جیب میں رکھ لیتے تھے، جب موقع ہوتا کھا لیتے اور فرماتے روٹی سالن کے ساتھ کھانے میں مطالعہ کا نقصان ہوتا ہے۔

شیخ جمال الدین قاسمیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ شیخ اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر فرماتے تھے۔ سفر میں ہو، یا حضر میں، گھر میں ہو یا مسجد میں، مسلسل مطالعہ اور تالیف کا کام جاری رکھتے تھے، سوانح نگاروں نے لکھا ہے:

مَضٰی رَحِمَهُ اللّٰه يَكْتُبُ دُوْنَ اِنْقِطَاعٍ فِي اللَّيْلِ وَفِي النَّهَارِ، وَفِي الْقِطَارِ، وَفِي النُّزْهَةِ، فِي الْغُرْبَةِ فِي الْمَسْجِدِ، فِي سُدَّتِهٖ فِي بَيْتِهٖ، وَاَظُنُّ اَنَّ الطَّرِيْقَ وَحْدَهُ هُوَ الَّذِيْ خَلَا مِنْ قَلَمِهٖ وَقَدْ كَانَ فِي جَيْبِهٖ دَفْتَرٌ صَغِيْرٌ وَقَلَمٌ، يُقَيِّدُ الْفِكْرَةَ الشَّارِدَةَ.

(یعنی اللہ ان پر رحم فرمائے ہر وقت لکھتے رہتے تھے، کیا دن، کیا رات، کیا سفر کیا حضر، کیا مسجد، کیا گھر، میرا خیال تو یہ ہے کہ سوائے دوران رفتار کے کسی اور وقت ان کے قلم کو قرار نہیں تھا۔ ان کے جیب میں ایک نوٹ بک اور قلم پڑا رہتا تھا، جسکے ذریعہ وہ اپنے منتشر افکار کو محفوظ کر لیتے تھے۔)

جو لوگ بازاروں میں، چائے خانوں میں بیٹھ کر گپ شپ کرتے رہتے تھے، ان کو دیکھ کر حسرت فرماتے اور عجیب بات فرماتے، تذکرہ نگار لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَحَسَّرَ مَرَّةً وَهُوَ وَاقِفٌ اَمَامَ مَقْهًى قَدْ اِمْتَلَأَ بِأُنَاسٍ فَارِغِيْنَ يُضَيِّعُوْنَ الْوَقْتَ فِي اللَّهْوِ وَالتَّسْلِيَةِ فَقَالَ لِبَعْضِ مُحِبِّيْهِ آه! كَمْ اَتَمَنّٰى اَنْ يَكُوْنَ الْوَقْتُ مِمَّا يُبَاعُ لَاشْتَرِيَ مِنْ هٰؤُلَاءِ جَمِيْعًا اَوْقَاتَهُمْ.

(ایک دفعہ وہ قہوہ خانے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے، جو لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ لوگ لایعنی اور ٹھٹھے میں مشغول تھے، نہایت حسرت کے ساتھ اپنے ایک ساتھی سے فرمایا آہ! جی یوں چاہتا ہے کہ وقت کوئی ایسی شئے ہوتی جو بیچی خریدی جاسکتی تو میں ان سب لوگوں کے اوقات کو خرید لیتا۔) (اقوال سلف)

حضرت مفتی محمود الحسن صاحبؒ کے یہاں بھی حفاظت اوقات کا بڑا اہتمام تھا، حتی کہ کھانا کھاتے ہوئے بھی کتابیں پڑھایا کرتے تھے، چوبیس گھنٹے کی زندگی مشین کی طرح متحرک رہتی تھی۔ کوئی وقت بھی بیکار نہیں جاتا تھا۔

ایک مرتبہ مغرب کے بعد ایک طالب علم حاضر خدمت ہوئے، حضرت اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے، وہ سلام کر کے خاموش گردن جھکا کر بیٹھ گئے، حضرت نے فرمایا نور اللہ! کیا خاموش بیٹھے ہو؟ عرض کیا جی نہیں حضرت! قرآن شریف پڑھ رہا ہوں تو فرمایا ہاں! وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

مولائی وسیدی حضرت اقدس مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی دامت برکاتہم کے یہاں بھی احقر نے اوقات کا بڑا اہتمام دیکھا، ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغولی ہے۔

ماہ مبارک کا آخری عشرہ تھا، علالت و آپریشن کے سبب ضعف بہت تھا اس لئے ایک دو آدمی کے سہارے چلتے پھرتے تھے، چنانچہ افطار کے وقت اپنے معتکف سے مسجد کے صحن میں عام دستر خوان پر ایک صاحب کے سہارے تشریف لائے، غروب قریب تھا، حضرت نے فرمایا کتنا وقت باقی ہے؟ کہا گیا دو منٹ، تو فرمایا بھائی پہلے بتا دیتے۔ اگر ایک منٹ بھی ہوتا تو کچھ کام کر لیتے، اللہ اکبر یہ ہے اکابر کے یہاں اوقات کی قدر دانی۔

<u>امام رازیؒ اور حفظ اوقات</u> امام رازیؒ کے نزدیک اوقات کی اہمیت اس درجہ تھی کہ ان کو یہ افسوس ہوتا تھا کہ کھانے کا وقت کیوں علمی مشاغل سے خالی جاتا ہے۔

چنانچہ فرمایا کرتے تھے: "وَاللّٰهِ اِنِّی اَتَاَسَّفُ فِی الْفُوَاتِ عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْعِلْمِ فِیْ وَقْتِ الْاَکْلِ فَاِنَّ الْوَقْتَ وَالزَّمَانَ عَزِیْزٌ" یعنی خدا کی قسم! مجھ کو کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے پر افسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ وقت متاع عزیز ہے۔

در بزم وصال تو ہنگام تماشا
نظارہ زجنبیدن مژگاں گلہ دارد

وقت کی قدر دانی نے ان کو منطق و فلسفہ کا ایسا زبر دست امام بنایا کہ دنیا ان کی امامت کو تسلیم کرتی ہے۔

<u>حافظ ابن حجرؒ اور حفظ اوقات</u> حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے حالات میں آتا ہے کہ وہ وقت کے بڑے قدر دان تھے۔ ان کے اوقات معمور رہتے تھے۔ کسی وقت خالی نہ بیٹھتے تھے۔ تین مشغلوں میں سے کسی نہ کسی میں ضرور مصروف رہتے تھے، مطالعۂ کتب یا تصنیف و تالیف، یا عبادت۔ (بستان المحدثین)

حتی کہ جب تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہوتے اور درمیان میں قلم کا نوک خراب ہو جاتا تو اس کو درست کرنے کیلئے ایک دو منٹ کا جو وقفہ رہتا، اس کو بھی ضائع نہ کرتے، ذکر الٰہی زبان پر جاری رہتا اور نوک درست فرماتے اور فرماتے وقت کا اتنا حصہ بھی ضائع نہیں ہونا چاہئے۔

<u>حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حفظ اوقات</u> حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نہایت منتظم المزاج اور اصول و ضوابط کے پابند تھے۔ وقت کے لمحات ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ کھانے، پینے، سونے، جاگنے اور اٹھنے بیٹھنے کے تمام اوقات مقرر تھے، جن پر سختی سے عمل فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وقت میں برکت بھی بڑی عطا فرمائی تھی۔

خود فرماتے ہیں کہ مجھے انضباط اوقات کا بچپن ہی سے بہت اہتمام ہے۔ جو اس وقت سے لے کر اب تک بدستور موجود ہے، میں ایک لمحہ بھی بیکار رہنا برداشت نہیں کرتا۔

ایک مرتبہ میرے استاذ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی تھانہ بھون تشریف لائے، میں نے ان کے قیام اور راحت رسانی کے تمام انتظامات کئے، جب تصنیف کا وقت آیا تو با ادب عرض کیا کہ حضرت میں اس وقت

کچھ لکھا کرتا ہوں۔ اگر حضرت اجازت دیں تو کچھ دیر لکھ کر پھر حاضر ہو جاؤں، گو میرا دل اس روز کچھ لکھنے میں لگا نہیں۔ لیکن ناغہ نہیں ہونے دیا کہ بے برکتی نہ ہو۔ تھوڑا سا لکھ کر جلد حاضر خدمت ہو گیا۔ حضرت کو تعجب بھی ہوا کہ اس قدر جلد آ گئے، عرض کیا حضرت! چند سطریں لکھ لیں معمول پورا ہو گیا۔ (ملفوظات حکیم الامت)

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ اور حفظ اوقات شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے متعلق صاحب آداب المتعلمین تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ سے صرف ایک وقت دوپہر کو کھانا کھاتے، شام کو کھانا تناول نہیں فرماتے، کہتے ہیں کہ میں نے متعدد بار حضرت سے سنا کہ میری ایک مشفق ہمشیرہ تھی۔ میں شام کو مطالعہ میں مصروف ہوتا تھا تو وہ لقمہ میرے منہ میں دیا کرتی تھی۔ اس طرح مطالعہ کا حرج نہ ہوتا تھا۔ لیکن جب سے ان کا انتقال ہو گیا۔ اب کوئی میری اتنی ناز برداری کرنے والا نہیں رہا اور مجھے اپنی کتابوں کا نقصان گوارہ نہیں، اس لئے شام کا کھانا ہی ترک کر دیا۔

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ اور حفظ اوقات حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپؒ کو بہت ہی کم عمری میں تعلیم کا بہت شوق تھا۔ عام لڑکوں کی طرح وہ اپنے فرائض سے غافل نہیں رہتے تھے اور نہ کھیل کود میں اپنا وقت ضائع کرنا پسند کرتے تھے۔ جب تک فقہ اور حدیث کی کتابیں شروع نہیں کیں تو صحابۂ کرام کے تذکرے اور خدا کی راہ میں ان کی جانبازی اور قربانی کے واقعات سے بڑی گہری دلچسپی تھی، اس سلسلہ کی جو کتابیں ملتیں بڑے ہی ذوق وشوق اور جذب وکیف سے پڑھتے، کتاب "محاربات اسلام" جس میں صحابۂ کرام کے جہاد اور فتوحات کا تذکرہ ہے، بچپن ہی سے بڑے اشتیاق سے پڑھا کرتے تھے۔ جب فقہ اور حدیث کی تعلیم شروع کی تو اس مبارک علم میں پوری طرح مشغول ہو گئے۔ دن کا کوئی حصہ ایسا نہ ہوتا جس میں خالی بیٹھتے اور کوئی کتاب ہاتھ میں نہ ہوتی ہو، وہ کسی ایسے کام کو پسند نہ کرتے تھے جو تعلیم میں کسی طرح مخل ہو۔ (سوانح مولانا یوسف صاحب)

وقت میں عجیب برکت اور اس کے مثالی واقعات انضباط اوقات سے وقت میں عجیب برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے اسلاف واکابر کی زندگی میں برکت کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ تھوڑے سے عرصہ میں انھوں نے محیر العقول کارنامے انجام دیئے ہیں۔

علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ میری پہلی تصنیف اس وقت ہوئی ہے جب میری عمر تقریباً تیرہ برس کی تھی۔ آپ کے پوتے ابوالمظفر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے آخری عمر میں برسر منبر یہ کہتے سنا ہے کہ میری ان انگلیوں نے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ میرے ہاتھ پر ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی ہے اور بیس ہزار یہود و نصاریٰ مسلمان ہوئے ہیں، علامہ موصوف کی تصانیف کو دیکھ کر علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ کسی عالم نے ایسی تصنیفات کیں جیسی آپ نے کیں، جن قلموں سے شیخ نے حدیث شریف کی کتابیں لکھی تھی، ان کا تراشہ جمع کرتے گئے تھے۔ جب وہ وفات پانے لگے تو وصیت کی کہ میرے غسل کا پانی اسی تراشے سے گرم کیا جائے چنانچہ جس پانی سے ان کو غسل

دیا گیا اس کے نیچے وہی پاک ایندھن جلایا گیا تھا۔

عام حالت میں بسر کی زندگی تونے تو کیا
کچھ تو ایسا کر کہ عالم بھر میں افسانہ رہے

ابن جریر طبری کے حالات میں صاحب البدایہ والنہایہ نے لکھا ہے "رُوِیَ عَنْہُ اَنَّہٗ مَکَثَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً یَکْتُبُ وَکُلَّ یَوْمٍ یَکْتُبُ اَرْبَعِیْنَ وَرَقَۃً" کہ وہ مسلسل چالیس سال تک لکھتے رہے اور روزانہ چالیس ورق لکھتے تھے۔ (البدایۃ والنہایہ)

درس نظامی کی مشہور اور معروف کتاب "تفسیر جلالین شریف" کو اس کے مصنف علامہ سیوطی نے بیس بائیس سال کی عمر میں بہت قلیل مدت میں یعنی صرف چالیس روز میں لکھی ہے اور آج پورے سال میں بڑی مشکل سے پڑھی جاتی ہے۔

علامہ نووی نے بستان میں ایک معتمد شخص سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام غزالی کی تصانیف اور ان کی عمر کا حساب لگایا تو روزانہ اوسط چار کراسہ پڑا، کراسہ چار صفحوں کا ہوتا ہے یعنی سولہ صفحے روزانہ ہوئے، اور علامہ طبری، ابن جوزی اور علامہ سیوطی کی تصنیفات کا روزانہ اوسط اس سے بھی زیادہ ہے۔ (ظفر المحصلین)

حضرت مولانا عبدالحئیؒ صاحب فرنگی محلی کے حالات میں ہے کہ عنفوان شباب کی سترہ سالہ عمر ہی میں تحصیل علوم سے فراغت پا کر مسند درس پر فائز ہو گئے تھے اور ہر فن میں کامل دسترس رکھتے تھے، علم حدیث ہو کہ علم اسناد و رجال، علم تفسیر ہو کہ علم فقہ و فتاویٰ، فلسفہ ہو کہ ریاضی و ہیئت ان تمام علوم میں آپ کی بیش بہا تصانیف کا ذخیرہ موجود ہیں جن کی تعداد بقول شیخ ابوالفتاح ابوغدہ کے ایک سو بیس ہے اور آپ کی عمر صرف انتالیس سال ہے، اتنی قلیل عمر میں دوسرے مشاغل کیساتھ اس قدر تصانیف عطیۂ خداوندی ہے، آپ کے سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ اگر آپ کی تصانیف کے صفحات کو آپ کے ایام زندگی پر تقسیم کیا جاوے تو صفحات کتب ایام زندگی پر فوقیت لے جائیں گے۔ (ملخص از نفع المفتی والسائل)

بلوغ کے بعد سے آپ کی زندگی پر تصانیف کو تقسیم کا اندازہ لگایا گیا تو ہر دو ماہ اور بارہ تیرہ روز پر ایک تصنیف ہوتی ہے جب کہ ہر تصنیف کا اوسط ایک سو اٹھارہ صفحات سے زیادہ نکلتا ہے۔

ایک جگہ شیخ جمال الدینؒ اپنا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقَدْ اِتَّفَقَ لِیْ بِحَمْدِہٖ تَعَالٰی قِرَاءَۃُ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ بِتَمَامِہٖ رِوَایَۃً وَدِرَایَۃً فِیْ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا وَقِرَاءَۃُ سُنَنِ اِبْنِ مَاجَہ کَذٰلِکَ فِیْ وَاحِدٍ وَعِشْرِیْنَ یَوْمًا وَقِرَاءَۃُ الْمُوَطَّا کَذٰلِکَ فِیْ تِسْعَۃَ عَشَرَ یَوْمًا وَتَقْرِیْبُ التَّھْذِیْبِ مَعَ تَصْحِیْحِ سَھْوِ الْقَلَمِ فِیْہِ وَتَحْشِیَتِہٖ فِیْ نَحْوِ عَشَرَۃِ اَیَّامٍ فَدَعْ عَنْکَ الْکَسَلَ وَاحْرِصْ عَلٰی عَزِیْزِ وَقْتِکَ بِدَرْسِ الْعِلْمِ وَاِحْسَانِ الْعَمَلِ.

یعنی اللہ کے فضل سے مجھے یہ توفیق ملی کہ میں نے پوری صحیح مسلم روایۃ اور درایۃ صرف چالیس دن میں پڑھ لی، اسی طرح سنن ابن ماجہ اکیس دن میں، امام مالک کی مؤطا انیس دن میں پڑھ لی، اسی طرح تقریب التہذیب دس روز میں پڑھ ڈالی ہے، جبکہ دوران مطالعہ اس کی قلمی غلطیوں کو درست بھی کیا اور حاشیہ بھی ساتھ ساتھ لکھتا گیا، پس اے طلبہ! میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ سستی اور کاہلی ترک کر دو اور اپنے اوقات عزیز کو حصول علم اور حسن عمل کی محنتوں میں کھپاؤ۔ (اقوال سلف)

حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کی شخصیت سے کون ناواقف ہے؟ آپ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے اس اخیر دور میں نابغۂ روزگار بنایا تھا، آپ سے جتنا کام لیا گیا بہت کم لوگوں سے لیا گیا ہوگا، ایک ہزار کے قریب آپ کی تصانیف ہیں، آپ کے زبردست کارناموں کو دیکھ کر بسا اوقات یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ ایسے کارنامے کسی ایک فرد کے نہیں بلکہ کسی بڑے ادارے یا اکیڈمی کے ہیں۔

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا فرزانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں کہ ماضی قریب میں اللہ تعالیٰ نے حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے کاموں میں جو برکت عطا فرمائی ہے، اس کی مثال قرون اولیٰ میں بھی خال خال ہی نظر آتی ہے، فقہ و فتاویٰ ہو یا علوم تفسیر، اسرار و حکم ہو یا آداب معاشرت، شرح حدیث ہو یا سلوک و تصوف، علم کا کونسا گوشہ ایسا ہے جس میں آنحضرت نے کتابوں کے انبار نہیں لگا دیئے مواعظ و ملفوظات کا تو اتنا بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے کہ عمر نوح چاہئے اس کی سرسری سیر ہی کیلئے۔

وقت میں عجیب برکت تھی، ایک رسالہ ہے ''الابتلاء'' سولہ صفحوں کا تین گھنٹے میں ایک جلسہ میں لکھا ہے جس کی جامعیت حیرت انگیز ہے۔

ایک تقریر بحیثیت صدر مدرس میرٹھ کے ایک جلسہ میں کی تھی بتیس صفحات پر ہے جو "دعاء الامت بدواۃ الملت" کے نام سے شائع ہوئی ہے، وہ صرف پانچ گھنٹے میں لکھی گئی ہے۔

فرمایا کہ مکہ معظمہ میں حضرت مرشدی حاجی امداد اللہ صاحب کے حکم سے کتاب ''تنویر'' کا ترجمہ لکھا کرتا تھا، وہ حضرت کو سنا بھی دیتا تھا، ایک بار حسب معمول سنایا تو حضرت نے دریافت فرمایا کتنی دیر میں لکھا ہے؟ میں نے عرض کیا اتنے وقت میں لکھا ہے تو فرمایا کہ اتنے سے وقت میں کوئی بھی اتنا مضمون نہیں لکھ سکتا اور بہت دعائیں دیں۔

ڈاکٹر محمد اجمل

تعلیم وٹیکنالوجی یا عریانی وعیاشی

امپیریلزم یا سامراجیت کا ایک مخصوص مقصد ہوتا ہے یہ کہ اپنے مفاد کے لئے ہر طرح کی کارروائی کرو شرط صرف یہ ہے کہ اس کے لئے نام اچھے سے اچھے تلاش کر کے رکھو مثلاً یہ کہ جس کسی بھی طاقت نے دوسرے کو غلام بنایا تو یہی کہا کہ ہم تو انھیں تمیز اور تہذیب سکھانے آئے ہیں جیسا کہ ہندوستان پر قبضہ کے دوران انگریزی سامراج نے بارہا یہی راگ الاپا تھا اس خوبصورت مقصد کے پیچھے خالص مفاد پرستانہ بلکہ ہوس پرستانہ مقاصد کارفرما ہوتے تھے اور آج بھی ہیں۔ ہندوستان کے مسلم دانشوروں میں آج کل عموماً یہ موضوع زیر بحث رہتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کا بالخصوص اور دنیا بھر کے مسلمانوں کا بالعموم سب سے اہم مسئلہ کیا ہے؟ غالب اکثریت یہ کہتی ہے کہ جہالت، تعلیم کی کمی اور مدرسوں کی زیادتی ہمارا مسئلہ ہے کیونکہ گذشتہ دو صدیوں میں مسلمان بالعموم مولویوں کے زیر اثر رہے ہیں اس لئے انھوں نے ترقی نہیں کی۔ اور مسلمانوں کو ترقی کرنے کیلئے ملا مولویوں سے پیچھا چھڑانا ہوگا۔ ان میں سے اکثریت یہ بھی کہتی ہے کہ مغربی تہذیب کا مقابلہ کرنے کے بجائے اس کو اپنانے میں ہی امت مسلمہ کی بھلائی ہے جیسا کہ دوسری قومیں کر رہی ہیں۔ کیا واقعی مسلمانوں کی پسماندگی کے ذمہ دار علماء کرام ہی ہیں؟ کیا گذشتہ دو صدیوں میں اور آج بھی مغربی سامراج نے مسلمانوں کی ترقی کے لئے ان کے ممالک پر قبضہ بالواسطہ یا بلاواسطہ جما رکھا ہے؟

تاریخ پر نظر ڈالیں اور حالات حاضرہ کو دیکھیں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ مغربی سامراج نے دراصل صرف اپنی حرص کو پورا کرنے اور اپنی غلامی کے لئے موزوں نسل پیدا کرنے کیلئے ہی مسلم ترقی پذیر ممالک پر قبضہ کیا تھا۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ صدیوں یا دہائیوں پر محیط مغربی استعماری غلبہ کے باوجود اکثر و بیشتر مسلم ممالک پسماندہ کیوں رہے؟ وہاں ان کے عقائد کی رعایت رکھے بغیر مشینری اسکول کھولے گئے، تفریحی کلب عیاشی کے لئے کھولے گئے، شراب اور زنا کی تہذیب کو عام کیا گیا۔ مغربی تہذیب کے ظاہری مظاہر کو پھیلایا گیا۔ کھانا، خوراک، لباس، نشست و برخاست کی طرف تو بہت توجہ کی گئی مگر تعلیمی ادارے نہیں کھولے گئے اور کھولے بھی گئے تو عقائد کو ضرب پہنچانے والی تعلیم دی گئی جس کا رد عمل ہونا ہی تھا۔ مگر ہمارے دانشوروں کو تجربہ کی روشنی میں حقیقت کو جھٹلانے کا رویہ نہیں اپنانا چاہئے اور حقیقت یہ ہے کہ دو سو سال پہلے بھی اور آج بھی مغربی سامراجی طاقتیں صرف اور صرف اپنی لوٹ کو قائم رکھنے کیلئے معدنیات وسائل اور منڈی کی تلاش میں اور عیسائیت کے فروغ کیلئے ہی کمزور ممالک کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتی رہی ہیں اور بقدر ضرورت وہاں بھی کچھ تعلیم وٹکنالوجی کی خیرات بھی بانٹ دیتے ہیں تا کہ مقامی طور پر ان کیلئے ایک غلام طبقہ وجود میں

آسکے۔ حال ہی کی دو مثالیں اس مکار کو سمجھنے کیلئے کافی ہیں۔...... افغانستان پر امریکی قبضہ کے بعد وہاں سب سے پہلے پہنچنے والی چیزیں شراب، فلمیں اور سامان تعیش تھا۔ بیوٹی پارلر اور فلم ہال سب سے پہلے کھلے۔ ۲۸ رفروری کے ہندوستان ٹائمس میں لیشونت راج نے لکھا ہے کہ اب یہاں موبائل فون ہے، تھائی فوڈ ہے، شراب ہے اور لڑکیاں بھی ہیں قوت باہ بڑھانے کی دواؤں کی سب سے بڑی کھپت یہیں ہے۔ میں نے انگریزی پڑھانے والے استاذ قدرت اللہ سے پوچھا کہ کیا ان کی خاتون دوست ہیں تو انھوں نے فوراً موبائل سے فون کر کے خاتون دوست سے میری بات کرائی۔ ایک نیا افغانستان بن رہا ہے جو کہ دولت، عورت اور خوابوں کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ یہی حال عراق کا ہے امریکی قبضہ کے پہلے دن ہی C.N.N نے ایک عراقی سے پوچھا کہ اب کیا ہوگا؟ اس نے کہا اب سیکس، شراب اور دولت حاصل کرنے کی آزادی ہوگی۔

دبئی اس وقت مسلم دنیا کا سب سے مثالی ملک مغربی پیمانہ سے مانا جاتا ہے۔ دبئی میں کیا بڑی صنعتیں ہیں؟ بڑے اسکول اور تعلیمی ادارے اور تحقیقی مراکز ہیں؟ ٹیکنالوجی کی ترقی ہے؟ بڑے معیاری علاج معالجہ کے مراکز ہیں؟ نہیں سب کا جواب نفی میں ہے۔ وہاں کیا ہے؟ ۱۳ رجنوری کے ٹائمس آف انڈیا کی خبر دو بیرونی صحافیوں کی ارسال کردہ شائع ہوئی جس کے مطابق اب دبئی میں باہر سے آئے کام کرنے والوں نے جب تفریح گاہوں کو آباد کیا تو وہاں کے حکمرانوں کو محسوس ہوا کہ اس کے ذریعہ کمائی بھی کی جاسکتی ہے آج وہاں تیس ہزار ہوٹل کے کمرے ہیں، وہاں ۲۷۰ ہوٹل ہیں اور ۱۲۰ ہوٹل نما مکان ہیں جو ۸۰ تا ۹۰ فیصد بک رہتے ہیں۔ دبئی میں دنیا کی سب سے بڑی آدمی کی بنائی ساحل پٹی سمندر کے اندر پانچ کلو میٹر تک بنائی جارہی ہے اس جزیرے میں دو ہزار ولا، ڈیڑھ ہزار اپارٹمنٹ اور چالیس لگژری ہوٹل ہوں گے۔ دنیا کے نقشہ کے طرز پر ایک جزائر سے گھرا ہوا علاقہ بنایا جارہا ہے جس میں دو سو پچاس ذاتی ملکیت والے جزیرے ہوں گے جرمنی کے ذریعہ وہاں دنیا کا پہلا پانی کی تہہ میں زمین سے تین سو میٹر دور ہوٹل بنایا جارہا ہے۔ وہاں گولف کلب بھی ہیں، اس کے علاوہ تمام مسلم ممالک کے احوال دیکھ لیجئے سب جگہ صرف ہم صارف یا ٹریڈ یا کمیشن ایجنٹ بنے ہوئے ہیں صنعت کار وسروس دینے والے ومعیاری کھیتی کرنے والے نہیں ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ ہمارے ترقی پسند ومذہب بیزار وجدید تعلیم یافتہ حکمرانوں کو کس نے روکا کہ وہ جدید تعلیمی ادارے وتحقیقی مراکز وصنعتی ترقیاتی مراکز واعلیٰ ٹیکنالوجی کے مراکز کھولتے؟

مگر وہ کھول رہے ہیں شاپنگ ہال، ٹیکس فری ٹریڈزون، ہوٹل جوا گھر، شراب گھر، گولف کے میدان، کرکٹ کے میدان، فٹ بال کے میدان وہ اپنے یہاں تعلیمی وصنعتی وتحقیقی سیمینار نمائش فیسٹیول نہیں کرتے، وہاں ہوتے ہیں فلمی اداکاروں کے تقسیم انعامات کے شو، دوسرے ممالک کے کرکٹ کے ٹورنامنٹ، مغربی رقاصاؤں، ہالی ووڈ، بالی ووڈ، اور لالی ووڈ کے نائٹ شو اور ایسے ہی لغویات۔ (بقیہ صفحہ ۶۴ پر)

جناب فہیم ترمذی

''خاکوں کی خاک''

چمگادڑوں کی ٹوک سے سورج کو کیا ضرر
کتوں کے بھونکنے سے بجھا ہے کبھی قمر؟

اندھا ہزار کہتا رہے دن کو ''رات ہے''
کیا مان لے گا اس کی جو ہے صاحب نظر

خوشبوئے مشک خود ہے سند اپنے مشک کی
خورشید خود دلیل ہے اپنی اے بے خبر!

حوضوں کے مینڈکوں کا ہے دریا سے ربط کیا
کرگس کے علم میں کہاں شاہیں کی رہگذر

تنقید بادشاہ پہ بھنگی کرے تو کیا
خود اپنے منہ پہ آتا ہے تھوکے جو چاند پر

ناپاک سوچ کو کہاں پاکیزگی سے شغل
گُل قند کے مزے کی گدھے کو ہے کیا خبر

نیچا دکھا سکیں گے نہ رب کے حبیب ﷺ کو
دنیا کے سب خبیث بھی یک جان ہوں اگر

انؐ کا وقار بڑھتا رہے گا یونہی فہیم
''خاکوں'' کی خاک اُڑتی رہے گی نگر نگر

ک۔ص اصلاحی

اخبار علمیہ

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت جو نسخہ قرآن مجید ان کے زیر تلاوت تھا اور اس پر ان کے خون کے دھبے بھی تھے وہ تاشقند کے علاقہ ہست امامؒ کی ایک لائبریری میں محفوظ ہے' اس کے ایک جز کا عکسی نسخہ کتب خانہ دار المصنفین میں بھی ہے' لائبریری میں محفوظ ہے' اس کے ایک جز کا عکسی نسخہ کتب خانہ دار المصنفین میں بھی ہے' لائبریری سے متصل دسویں صدی ہجری کے معروف اسلامی اسکالر کفیل شاشی کا مقبرہ' قدیم مسجد اور مدرسہ بھی ہے'' کتب خانہ میں اسلامی دور حکومت کی بیس ہزار کتابیں اور قریباً تین ہزار مخطوطات ہیں جو عہد وسطیٰ کی تاریخ' علم نجوم' طب' تفسیر اور قوانین اسلامی کے موضوعات پر ہیں' ان سب میں قدیم ترین قرآن مجید کا نسخہ ہے جو ۶۵۱ء میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ۱۹ ربرس بعد مدون ہوا تھا' یہ ہرن کے چمڑے پر کوفی خط میں ہے اور بڑے حرفوں میں لکھا ہوا ہے' اس نسخہ سے شاہان اسلام کو خصوصی دل چسپی تھی' اسی وجہ سے اس کو متعدد اسلامی ملکوں میں منتقل کیا جاتا رہا' منتقلی کے سبب اس کے کچھ اوراق ضائع بھی ہو گئے' تاہم ۲۵۰ صفحات آج بھی محفوظ ہیں' حضرت عثمانؓ کے ۵ مدونہ قرآنی نسخوں میں ایک نسخہ کا کچھ حصہ استنبول کے توپکاپی پیلس میں ہے' مذکورہ نسخے کو شیشے کے فریم میں رکھ کر والٹ میں بند رکھا گیا ہے جس کو آہنی دیواروں سے گھیر دیا گیا ہے' یہ نسخہ پہلے حضرت علیؓ اپنے ساتھ کوفہ لے گئے تھے' پھر تیمور لنگ کے زمانہ میں سمرقند لایا گیا' سمرقند پر روس کا قبضہ ہوا تو اسے سینٹ پیٹرس برگ کی امپیریل لائبریری میں بھیج دیا گیا' لینن نے اس کو باشکورتوستان کے مقام ''اوفا'' کی لائبریری میں رکھوایا' کمیونسٹوں کے دور حکومت میں اس کی عام نمائش پر پابندی عائد تھی مگر اب مسلمانان تاشقند نے اسکو حاصل کر کے اپنے یہاں جدید الیکٹرانک انتظامات کے تحت محفوظ کر دیا ہے۔ دنیا کے اہم سربراہوں کے دورے کے موقع پر اس کی نمائش کرائی جاتی ہے۔

علمی و تعلیمی فروغ کے لئے متعدد کالجوں کو دی جانے والی رقوم میں سعودی خواتین کے خاص پروفیشنل کورسز کے لئے ۱۲ ربلین سعودی ریال مختص کیا گیا ہے' اس سے دار السلطنت ریاض میں ایک ایسے کالج کے قیام کا منصوبہ ہے جس میں ۲۴ رہزار کے قریب طالبات بیک وقت داخلہ لے سکیں گی۔ یہ ریاض میں قائم امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی کے وقار و مقبولیت میں اضافہ کا سبب ہوگا۔ یہ یونیورسٹی ۱۹۵۴ء میں قائم کی گئی اور مدینہ کی ام القریٰ یونیورسٹی کے بعد تیسری قدیم یونیورسٹی ہے' اس کا آغاز دو کالجوں سے کیا گیا تھا' ایک میں عربی زبان اور دوسرے میں اسلامک لاز یعنی شرائع اسلامی کی تعلیم دی جاتی تھی' مگر اب اس کے تحت درجنوں کالج ہیں اور کل ۵۵ ر ہزار طلباء و طالبات اپنی علمی تشنگی بجھا رہے ہیں۔

آسٹریلیا کے مسلمانوں نے یورپی ملکوں کے چیچن پناہ گزینوں کو قرآن مجید مع روسی ترجمہ تقسیم کیا ہے' تاکہ ان کا رشتہ اسلامی عقائد و تعلیمات اور شرائع سے جڑا رہے اور وہ عربی زبان کی تعلیم سے بھی آراستہ ہو جائیں۔ اور ان ممالک میں جاری ارتداد کی زد سے محفوظ رہیں' اس اہم دینی خدمت کی انجام دہی کا سہرا طبی پیشے سے وابستہ فرید سلیمان کے سر ہے' ویانا شہر کے اطراف میں واقع کیمپ کے بیس چیچن خانوادوں کو اب تک قرآن مجید کے سو نسخے دیئے جا چکے ہیں' ایک چیچن پناہ گزین ملازمہ کا کہنا ہے کہ عیسائی چیچن مسلمانوں کو ارتداد کی جانب لے جانے کا کوئی موقع نہیں گنواتے اور ہمیں ہمہ وقت اپنی اس مہم کا ہدف بناتے ہیں لہٰذا قرآن مجید تقسیم کرنے کی مہم تیز کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان کی آئندہ نسلوں کو عیسائی ریشہ دوانیوں سے محفوظ کیا جاسکے۔

''کرنٹ سائنس'' میں شائع رپورٹ کے مطابق بھابھا ایٹمی ریسرچ سنٹر کے سائنس داں جنگ ناتھ اور اوما پال نے دعویٰ کیا ہے کہ نئی تنصیب ہندوستان کو ایٹمی شعبہ میں خود کفیل بنادے گی' کیونکہ ہندوستان اب ایٹمی توانائی کے لئے یورینیم کے بجائے تھوریم کا استعمال کرے گا' تھوریم ہندوستان میں کافی مقدار میں موجود ہے' اس تنصیب میں گو بیج پلوٹیم کی بھی ضرورت پڑے گی لیکن چونکہ بیج پلوٹیم کو استعمال شدہ ایندھنوں سے نکالا جاسکتا ہے' اس لئے ہندوستان کے سامنے یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں' ہندوستان کی ایٹمی ٹیکنالوجی کے اس اہم کارنامے سے قدرتی اور افزودہ یورینیم سے بھی بہت حد تک بے نیازی ہو جائے گی۔

یو ایس کنزیومر پروڈکٹ سیفٹی کمیشن کی تحقیقاتی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ گھر میں کاغذ کے کترن بچوں اور پالتو جانوروں کے لئے خطرہ پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ رپورٹ نیویارک اسکول آف میڈیسن کے ماہرین کے ذریعہ تیار کی گئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کاغذ کے ٹکڑے مشینوں کے ذریعہ تیار کئے جاتے ہیں۔ اس سے بچوں کے ہاتھ زخمی ہو سکتے ہیں لیکن رپورٹ میں یہ واضح نہیں کیا گیا کہ یہ نقصان کس عمر کے بچوں کو ہو گا اور کس طرح پہنچے گا۔

انڈونیشیا کے فوجا نامی پہاڑی جنگل میں ایک ایسے علاقہ کا پتہ چلا ہے' جہاں متعدد نسل کی مینڈکوں' پرندوں' پیڑ والے کنگاروؤں اور رنگ برنگی تتلیوں کا بسیرا ہے' اس علاقہ کا سراغ آسٹریلیا اور انڈونیشیا کے پچیس سائنس دانوں کے ایک گروپ کی مشترکہ کوششوں سے لگا' انہوں نے ہیلی کاپٹر سے اس علاقہ کی سیر کی' وہ اسے اپنی بہت بڑی کامیابی بتارہے ہیں' ان کا بیان ہے کہ اسے دیکھ کر'' گارڈن آف ہیون'' یعنی جنت ارضی کا منظر آنکھوں میں پھرنے لگا' جبل فوجا ۱۲ ارسو میل کے فاصلہ پر محیط ہے' ۲۱۸۷ فٹ اس کا سطح ارتفاع ہے' اس علاقہ کا کچھ پتا لوگوں کو اب تک نہیں تھا' اس سے متصل آبادی کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ڈر کے سبب ہم لوگوں نے یہاں کبھی جانا کی ہمت نہیں کی' ٹیم کا بیان ہے کہ یہاں شہد کھانے والے پرندے ہیں جن کے چہرے پر نارنگی رنگ کا چمک دار دھبہ تھا' مینڈک اور تتلیوں کی بیس نئی نسلیں دیکھنے کے بعد سائنس دانوں کی حیرت کی انتہا نہیں رہی' کھجور کے پانچ نئے قسم کے درخت بھی تھے جس کی تصویریں انہوں نے اپنے کیمرے میں قید کی ہیں۔ .... (بشکریہ معارف اعظم گڑھ)

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	۔
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

افغان چیف جسٹس کی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات: پاکستان میں عالمی عدالتوں کے سیمنار میں شرکت کرنے والے افغانستان کے ججوں اور علماء کے وفد نے اسلام آباد میں چیف جسٹس افغانستان مولانا فضل ہادی کی سربراہی میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے انکی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔ وفد میں مولانا ارسلا رحمانی، مولانا قیام الدین کشاف اور دیگر بھی شامل تھے جنہوں نے مولانا مدظلہ سے افغانستان کے اہم امور پر ملاقات کی۔

حضرت مہتمم صاحب کے اسفار: پچھلے ماہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے جامع اشاعت القرآن حضرو کے سالانہ اجتماع میں شرکت اور اسی دن بعد از ظہر راولپنڈی راجہ بازار کے مدرسہ تعلیم القرآن کے سالانہ جلسہ میں خطاب فرمایا۔ ۲۶/ اگست کو مولانا نے گوجرانوالہ کے مدرسہ نصرۃ العلوم میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور جلسہ دستار بندی میں شریک ہوئے۔ ۲۷/ اگست کو لاہور کے فورسیزن ہال میں تحریک احیاء خلافت کے جلسہ کی صدارت کی، اسی دن پاکستان کے معروف اخبار ایکسپریس کے فورم میں اہم مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ ۳/ ستمبر کو کراچی کے مدرسہ مخزن العلوم تعلیم القرآن میٹرو ول کے جلسہ تقسیم اسناد میں شرکت کی۔ ۶/ ستمبر کو جامعہ دارالخیر گلستان جوہر میں کراچی کے تمام مکاتب فکر کا اہم اجلاس طلب کیا۔ جس نے بالاتفاق حدود آرڈیننس کے مجوزہ ترمیمی بل کو مسترد کیا۔ اسی دن کراچی کے پریس کلب میں میٹ دی پریس کے پروگرام میں شرکت کی۔ جو خصوصی طور پر مولانا کے لئے منعقد کیا گیا تھا جس میں ملکی اور بین الاقوامی میڈیا نے شرکت کی۔ کراچی روانگی سے قبل صبح صبح آپ نے ضلع مردان کے موضع بخشالی میں مولانا جمشید صاحب کی دعوت پر علماء کے ایک بڑے اجتماع میں شرکت کی۔ ۹/ ستمبر کو آپ نے باجوڑ کا ایک روزہ مصروف دورہ کیا اور جامعہ رحمانیہ نواگئی میں جلسہ دستار بندی سے خطاب کیا۔ غلنئ باجوڑ میں علماء کے خصوصی اجتماع سے بھی خطاب کیا۔ ۱۴/ ستمبر کو دارالعلوم اضاخیل نوشہرہ اور ۱۵/ ستمبر کو واہ فیکٹری جامع مسجد لالہ رخ میں جمعہ سے خطاب کیا۔

مغربی دانشوروں کی دارالعلوم آمد گزشتہ ماہ بھی دارالعلوم حقانیہ میں مغربی دانشوروں کی آمد ہوئی۔ ان حضرات میں انٹرنیشنل فلاحی ادارہ سالٹ ہالینڈ کے پریذیڈنٹ مسٹر ڈاکٹر اے۔ وان ڈر بجل اور لاہور کے بشپ آزاد مارشل اور امریکہ کے نامور مصنف اور دانشور مسٹر ایل جینسن نمایاں تھے۔ ان حضرات نے دارالعلوم کے مختلف شعبہ دیکھے اور خصوصاً حقانیہ تعلیم القرآن ہائی سکول کے نظم ونسق سے کافی متاثر ہوئے۔ اس موقع پر مسٹر اینڈریو اور بشپ مارشل نے طلباء سے اپنے تاثرات بھی بیان کئے اور انہوں نے یہ بات واضح کی کہ پوپ بنی ڈکٹ نے جو مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے وہ ساری عالم عیسائیت کی ترجمانی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان کے اپنے خیالات ہیں۔ ہمیں

اس پر افسوس ہے اسی لئے بھی ہم آپ کے پاس آئے ہیں کہ ہم آپ کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ موجودہ عالمی صورتحال اور خصوصاً مغرب کی جو مسلم دشمنی پر مبنی پالیسیاں ہیں ہم ان کی تائید نہیں کرتے۔اس موقع پر مولانا راشد الحق صاحب اور مولانا سید یوسف شاہ صاحب نے بھی پوپ کی ہرزہ سرائی کے خلاف مسلمانوں کے جذبات سے انہیں آگاہ کیا۔اس وفد کے ہمراہ اقلیتی امور کے وفاقی وزیر جناب مشتاق وکٹر بھی تشریف لائے تھے۔وفد نے دارالعلوم میں تین گھنٹے قیام کیا اور اساتذہ اور طلباء سے ملاقاتیں بھی کیں۔

<u>دارالعلوم میں جرمن صحافیوں کی آمد:</u> ۳۰/ستمبر کو دارالعلوم میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات اور تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کرانے کیلئے جرمنی کے سرکاری ٹی وی اے۔آر۔ڈی/ایم ڈی آر کے سٹیفن کلوز اور ان کی ٹیم تشریف لائے۔آپ نے ڈیڑھ گھنٹہ تفصیلی انٹرویو حضرت مولانا مدظلہ سے ریکارڈ کیا۔انٹرویو میں مولانا نے عالمی اور خصوصاً عالم اسلام کے متعلق مسائل پر تفصیلی روشنی ڈالی۔انٹرویو میں طالبان کی بڑھتی ہوئی جہادی سرگرمیاں، دینی مدارس کے کردار، پوپ بینی ڈکٹ کی اسلام کے خلاف خرافات اور دیگر اہم امور پر مولانا نے کھل کر بات چیت کی۔

<u>مولانا لطف الرحمٰن حقانی و ملک عبدالصمد شاہد کی وفات:</u> دارالعلوم کے قدیم ترین اور مخلص فاضل مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب ساکن تمبولک مردان ۲۵/ستمبر کو ۸۶ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔مرحوم دارالعلوم مظاہر العلوم سہارنپور دیوبند میں تحصیل علم کر رہے تھے کہ تقسیم ہند ہوگیا۔تکمیل فنون و دورۂ حدیث کیلئے دارالعلوم حقانیہ آگئے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے خصوصی شرف تلمذ حاصل کیا۔نماز جنازہ میں حضرت مہتمم صاحب اور دارالعلوم کے اساتذہ نے بھی شرکت کی۔سارا خاندان حکمت و طبابت کے ساتھ ساتھ علم اور دین کی خدمات میں مصروف ہے۔ان کے فرزند دارالعلوم حقانیہ کے نوجوان فاضل مولوی نجم الرحمان نے ان کا منصب سنبھالا ہے۔اللہ تعالیٰ توفیق دے دارالعلوم پورے خاندان کے غم میں شریک ہے۔حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب کے ایک قریبی اور مخلص دوست الحاج ملک عبدالصمد شاہد جج ٹریول لاہور طویل علالت کے بعد ۳/اکتوبر کو انتقال فرما گئے۔دوسرے دن میانی قبرستان میں تدفین ہوگئی۔ان تمام حضرات کے رفع درجات کیلئے دارالعلوم میں دعائیں کی گئیں۔تمام قارئین سے بھی دعا کی التجا کی جاتی ہے۔

<u>دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب کو صدمہ</u> ۵/اکتوبر کو دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ صاحب اور مولانا فضل غفور حقانی کے کمسن فرزند طلحہ غفور روڈ کے کنارے ایک حادثہ میں شہید ہوگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔شہید بچہ دارالحفظ جا رہا تھا کہ ایک انتہائی تیز رفتار گاڑی کی غفلت اور اوور اسپیڈ کے باعث طلحہ غفور پر گاڑی چڑھ دوڑی۔دارالعلوم میں بعد از عشاء جامعہ کے حقانی مقبرہ قبرستان میں بچہ کی تدفین ہوئی۔حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب اس موقع پر موجود نہیں تھے آپ عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے ان دنوں حجاز مقدس تشریف لے گئے ہیں۔دارالعلوم اور ادارہ الحق اس حادثہ کے موقع پر پسماندگان اور حضرت مولانا مدظلہ سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کے بارہ میں اہم فیصلے

حضرت مہتمم صاحب کی صدارت میں تعلیمی کمیٹی کے اہم اجلاس میں آئندہ نئے داخلوں اور تعلیمی معیار کو مزید بہتر بنانے کیلئے کئی اہم فیصلے کئے گئے۔ جس میں مسئولین اساتذہ کی تقرری اور داخلے کے شیڈول پر غور اور تعلیمی کارکردگی کیلئے مسؤلین اساتذہ کی تقرری اعدادیہ سے رابعہ کے درجات کو بہتر سے بہتر بنانے کیلئے کیا گیا جوان درجات کے امتحانات داخلہ اور پورے سال کے تعلیمی' اخلاقی معیار کی سختی سے نگرانی کریں گے۔ اور ہر ماہ اساتذہ طلبہ کی کارکردگی کی رپورٹ پیش کریں گے۔

درس نظامی

درجات	ایام	تاریخ
تمام درجات کے قدیم طلباء (اعدادیہ تا موقوف علیہ)	بدھ	یکم نومبر ۲۰۰۶ء
جدید دورہ حدیث وقدیم طلباء	جمعرات	۲/ نومبر ۲۰۰۶ء
تعطیل	جمعہ	۳/ نومبر ۲۰۰۶ء
دورہ حدیث جدید موقوف علیہ جدید	ہفتہ	۴/ نومبر ۲۰۰۶ء
درجہ تکمیل' سادسہ	اتوار	۵/ نومبر ۲۰۰۶ء
درجہ خامسہ	پیر	۶/ نومبر ۲۰۰۶ء
درجہ رابعہ	منگل	۷/ نومبر ۲۰۰۶ء
ثالثہ' ثانیہ	بدھ	**افتتاح** ۸/ نومبر ۲۰۰۶ء
اعدادیہ' متوسطہ' اولیٰ	جمعرات	۹/ نومبر ۲۰۰۶ء

شعبہ حفظ درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ رمضان سے ۱۰ شوال تک دفتر اہتمام میں جمع کی جائینگی۔ حفظ کے خواہشمند طلباء ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ کیلئے یکم اور دو نومبر بروز 'بدھ' جمعرات صبح 9:00 کو دارالعلوم حقانیہ بلائینگے۔ صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔ عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔ دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائیگی۔

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء و تخصص فی الحدیث

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتا وتخصص فی الحدیث کیلئے درخواستیں یکم نومبر تا 4 نومبر وصول کی جائیں گی۔ امتحانی ٹیسٹ 5 نومبر بروز اتوار صبح 10 بجے ہوگا۔ جن میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور وفاق کے امتحان میں کم از کم جید جداً حیثیت حاصل کرنے والوں کو ترجیح دی جائیگی۔ نیز اردو' عربی زبانوں پر بھی مکمل عبور حاصل ہو۔ **نوٹ: ۱** (ا) تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ 2 سال ہوگا۔

نوٹ: ۲ امسال درجہ اعدادیہ سے لیکر بشمول درجہ سادسہ اسباق اردو میں بھی پڑھائے جائیں گے۔ لہذا اردو زبان سمجھنے والے طلباء کرام داخلہ لے سکتے ہیں۔ درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لینگے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہو۔

نوٹ: ۳ حسب سابق دارالعلوم حقانیہ کے کتب میں داخل شدہ طلباء میں جو طلباء قراۃ والتجوید میں داخلہ لیں گے' مقررہ اوقات میں قراۃ وتجوید پڑھایا جائے گا اور آخر میں سند دی جائے گی۔

دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز ان شاء اللہ 8/ نومبر ۲۰۰۶ء بروز بدھ ہوگا

ادارہ

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی۔(جلد اول) مصنف: علامہ برھان الدین المرغینانی

ضخامت:۶۰۸ صفحات شائع کردہ:مکتبۃ البشریٰ کراچی پاکستان

علامہ برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی المتوفی ۵۹۲ھ اپنے زمانہ کے بلند پایہ مصنف‘ فقیہ‘ محدث‘ مفسر اور محقق و مدقق تھے۔ان تمام اوصاف حمیدہ کے ساتھ ساتھ باری تعالیٰ ان کو عبدیت‘ زھد وتقویٰ میں بھی خاص مقام عطا فرمایا۔قادر الکلام‘ شاعر اور وقت کے بہترین ادیب کے اوصاف سے بھی متصف تھے‘ اہم بات یہ کہ آپ کے دور کے معاصرین بھی آپ کے اوصاف حمیدہ کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

علامہ ابن کمال پاشا (رومی) نے آپ کو اصحاب الترجیح میں شمار کیا۔اگرچہ بعض محققین علماء نے ابن کمال پاشا کا تعاقب کرکے یہاں تک فرمایا کہ: علامہ مرغینانی قاضی خان سے تبحر علمی‘ فضیلت اور عقلی ونقلی دلائل پر ید طولیٰ رکھنے میں کچھ کم نہیں۔اس لئے کہ قاضی خان کی طرح علامہ مرغینانی بھی مجتہدین فی المذہب میں شامل ہیں۔

آپؒ کی جلالت علمی‘ شہرت اور عظمت کے لئے آپ کے کئی جواہر پارے موجود ہیں۔مگر ہدایہ کو اللہ نے جو قبولیت عطا فرمائی فقہ حنفی کے کتب میں کسی اور کتاب کو اس درجہ قبولیت عامہ حاصل کرنا مشکل ہے۔کتب فقہ میں اس کی حیثیت گل سر سبد کی سی ہے۔محقق العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ ھدایہ کی عظمت کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے اگر دنیا سے افلاطون اور ارسطو کا فلاسفہ اور منطق مٹ جائے تو میں بلا تکلف اس سے بہترین فلسفہ از سر نو مدون کرسکتا ہوں اگر فتح القدیر جیسی کتاب کی تصنیف کا مطالبہ کیا جائے یہ میرے لئے ممکن ہے لیکن اگر ہدایہ جیسی کتاب لکھنے کا مطالبہ کیا جائے تو ایک سطر لکھنے پر قادر نہیں ہوں‘ علامہ مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ الحمد للہ میں ہر کتاب کے مخصوص طرز پر کچھ نہ کچھ لکھ سکتا ہوں۔لیکن چار کتب اس سے مستثنیٰ ہیں۔

۱۔قرآن مجید۔ ۲۔بخاری شریف ۳۔ مثنوی ۴۔ ھدایہ

یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب صدیوں سے درسی نصاب میں داخل ہے جن مقاصد کے پیش نظر یہ کتاب داخل نصاب کی گئی ہے‘ فقہ حنفی میں کوئی دوسری کتاب اب تک تا حال تصنیف نہ ہوسکی جو ہدایہ کا بدل ہوسکے۔دنیا بھر میں اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر مختلف طرز پر شائع کیا گیا۔

مکتبۃ البشریٰ نے علماء وطلباء پر احسان کرتے ہوئے اس عظیم فقہی ذخیرہ کو نئے عمدہ انداز میں‘ بہترین کاغذ و طباعت سے آراستہ کرکے کئی خصوصیات سے شائع کیا۔بعض خصوصیات قابل ذکر ہیں۔

۱۔ جس عبارۃ کی وضاحت حاشیہ میں کی گئی ہے تشریح شدہ عبارت کو موٹے خط میں لکھا گیا۔

۲۔ متن یعنی ہدایۃ المبتدی کی عبارت سرخ رنگ میں طبع کی گئی۔

نیز قرآنی آیات اور احادیث مقدسہ کو بھی سرخ رنگ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

۳۔ حضرت مولانا عبدالحئیؒ لکھنویؒ نے اپنے حاشیہ میں جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔اصل کتب تک رسائی کر کے کتاب کا جلد اور صفحہ نمبر درج کیا گیا شاید بعض کتب تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے جلد اور صفحہ نمبر درج نہ ہو سکا۔

۴۔ ہدایہ کے قدیم اور جدید نسخوں میں جو قلمی غلطیاں تھیں ان کو حتی الامکان درست کیا گیا۔

۵۔ مشکل عبارۃ پر اعراب لگایا گیا ہے۔

۶۔ تنبیہ کے عنوان سے بعض مسائل فقہیہ میں مفتی بہ قول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۷۔ ہدایہ میں جو روایات مکمل طور پر مذکور نہ ہوں اور حاشیہ میں ان کی تخریج ہو چکی ہو ان پر سرخ رنگ سے سٹار کا نشان لگایا گیا ہے۔

۸۔ کتاب میں جو روایات صراحۃ یا اشارۃ ذکر ہیں ان میں سے اکثر کو مراجع اصلیہ سے ذکر کیا گیا۔ نیز آخر میں اطراف الاحادیث والاثار کا اضافہ بھی کیا گیا جو سونے پر سہاگہ کا کام دے گا۔

دعا ہے کہ رب العزت مکتبۃ البشری کراچی کو علوم دینیہ کی خدمت کیلئے اخلاص اور قوت سے نوازیں۔آمین

(حضرت مولانا انوار الحق صاحب)

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۵ سے)

تعلیم و ٹیکنالوجی یا عریانی و عیاشی:

کیا دبئی اور دیگر ممالک کے حکمراں مدرسوں کے فارغین ہیں؟ کیا انھیں معلوم نہیں کہ سیاحت سب سے غیر محفوظ اور خطرناک صنعت ہے۔ کیا تعلیم، تحقیق، تجارت اور سروس سیکٹر کی افادیت ان کو معلوم نہیں ہے؟ کیا زراعت ان کے یہاں سب سے بڑا شعبہ نہیں ہے؟ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ وہاں سے آنے والے ہندوستانی پاکستانی اور بنگلہ دیشی مسلمان بھی اسی ذہنیت کا شکار ہو کر آتے ہیں وہ اپنی دولت کا مصرف کسی پیداواری مد میں صرف کرنے کے بجائے اکثر معاملوں میں صرف سامان عیش و آرام میں خرچ کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی اولاد کی بہترین تربیت بھی نہیں کر پاتے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ملت کے قائدین، عوام و خواص سب اپنی ترجیحات قرآن و سنت کے مطابق طے کریں جس پر عمل کر کے اس امت نے دنیا میں ہر شعبہ میں امامت کا رول ادا کیا تھا آج بھی اس رہنمائی میں ہم دوبارہ انسانیت میں پچھلگوں کے گھٹیا مقام سے امامت کے باعزت مقام تک پہنچ سکتے ہیں۔

ہمدرد
صُدوری
Tough on Cough
کھانسی خشک ہو یا بلغمی، صُدوری اپنے نباتاتی اجزاء
کی بدولت فوری اثر دکھاتی ہے اور سینے کی جکڑن دور
کرکے کھانسی کی تکالیف سے مکمل نجات دلاتی ہے۔
FOR COUGH & COLD
Suduri
Hamdard
Manufactured by: Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan
صُدوری
ہمدرد
ہمدرد لیباریٹریز (وقف)، پاکستان
شوگر فری میں بھی

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری اپیل

رمضان المبارک اور دارالعلوم حقانیہ

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی ودینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جسکی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں' صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کیلئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کیلئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 - 01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120